انوار النظر

فی

آثار الظفر

فقیہ الامت شیخ المحدثین حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مدظلہم

کی

خود نوشت سوانح حیات

مرکز مجلس صیانۃ المسلمین لاہور

انوار النظر فی آثار الظفر

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی مدظلہم

صدر مرکزی جمعیۃ علماء اسلام و نظام اسلام پارٹی

کی

خود نوشت سوانح

حصہ دوم

مرکزی مجلسِ صیانۃ المسلمین

۱۴۔ گورو نانک روڈ ○ کرشن نگر ○ لاہور

انوار النظر حصہ دوم

ناشر	مرکزی مجلس صیانۃ المسلمین لاہور
مطبع	آفتاب عالم پریس لاہور
بار	اول
تعداد	ایک ہزار
سنہ ۱۳۹۰ھ	سنہ ۱۹۷۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اوّلین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مدظلہم کی ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

آپ کی علمی، عملی، روحانی، سیاسی خدمات ایسی بے لوث ہیں کہ دوست اور دشمن سب ان کے قائل ہیں۔

انوار النظر کا پہلا حصہ منظر عام پر آچکا ہے۔ دوسرا حصہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ دونوں حصے خود نوشت سوانح ہونے کی وجہ سے انتہائی مجمل اور مختصر ہیں تاہم جہاں آئندہ تاریخ دان کے لیے یہ ایک مستند نشان راہ کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں اہل بصیرت کو ایک عملی نمونہ بھی پیش کرتے ہیں کہ دنیا میں آنے کا حقیقی مقصد کیا ہے؟

اس سوانح کا مطالعہ بلاشبہ اس وقت مکمل ہوگا،

جب کہ صاحب سوانح سے عملی طور پر بھی استفادہ کر لیا جائے
اور اپنے قال کو حال بنانے کی سعی میں مشغول ہو جائیں۔
اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ حقائق منکشف ہو جائیں
گے اور یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ یہ دنیا اب بھی جنید و شبلی
ابو حنیفہ و امام مالک اور نور الدین زنگی و صلاح الدین ایوبی
رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے صوفیائے کرام، فقیہانِ عظام
اور مجاہدینِ اسلام سے خالی نہیں۔
غرضیکہ آپ نیک نیتی سے صاحب سوانح مدظلہم
کے جس قدر عملاً نزدیک ہوں گے، اسی قدر آپ پر اس
سوال کا جواب بھی منکشف ہوتا جائے گا کہ ؎

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

والسلام

احقر عبدالجواد عفی عنہ:
یکے از خاک پائے اولیائے عظام
۳ر شعبان المکرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انوار النظر فی آثار الظفر (حصہ دوم)

تمہید

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ انوار النظر کا پہلا حصہ ایک کرم فرما کے سوالات کا جواب تھا۔ احباب کا تقاضہ ہوا اور اپنا بھی دل چاہا کہ جو واقعات سوالات سے متعلق نہیں ہیں، ان کو بھی قلم بند کر دوں، چنانچہ یہ دوسرا حصہ ایسے ہی واقعات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مجھے اور میرے متعلقین کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً ان سے منتفع فرمائیں۔ آمین۔

باب اوّل

(چند واقعات)

واقعہ اوّل سنہ ۱۹۲۳ء میں جب کہ میرا قیام مدرسہ راندیریہ رنگون میں تھا، مولوی ظفر علی خاں مرحوم ایڈیٹر اخبار "زمیندار" لاہور، رنگون تشریف لائے۔ جس کا سبب غالباً اخبار "زمیندار" کی

ضمانت کی ضبطی اور اس کی وجہ سے مالی پریشانیاں تھیں۔ ان کے احباب رنگون نے مشورہ دیا کہ وہ رنگون آجائیں تو وہ خود بھی امداد دوسرے متمول احباب سے بھی بڑی رقم وصول کر کے ان کی پریشانی کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔

چنانچہ وہ ستمبر ۱۹۳۳ء رنگون پہنچ گئے۔ ان کے احباب نے قاسم غلام احمد سے کہا کہ تمہارا مکان وسیع ہے، کئی منزلہ ہے تم ظفر علی خان صاحب کو اپنے مکان میں ٹھہراؤ۔ قاسم غلام احمد کو مجھ سے تعلق تھا انہوں نے کہا میں ظفر احمد عثمانی سے مشورہ کرلوں۔ اگر وہ کہیں گے تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔ ان کے دوستوں نے کہا کہ وہ تو غالباً آپ کو ایسا مشورہ نہ دیں گے۔ کیونکہ ایک زمانہ میں ظفر علی خان نے مولانا محمد اشرف علی صاحب پہ کچھ اعتراضات اپنے اخبار میں کیے تھے اور عثمانی صاحب مولانا تھانوی کے بھانجے ہیں۔ ان کو بھی ظفر علی خان سے کچھ خلش ہوگی۔

قاسم غلام احمد نے کہا جو کچھ بھی ہو، میں ان سے مشورہ کیے بغیر یہ کام نہ کروں گا۔ وہ میرے پاس آئے اور صورت حال بیان کی۔ میں نے کہا:

"آپ ضرور ان کو اپنے مکان میں ٹھہرالیں۔ وہ اس وقت مسلمانانِ رنگون کے مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام ہمارا

اخلاقی فرض ہے"
کہنے لگے، تو پھر آپ کو بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا پڑے گا۔ میں نے اس کو بھی منظور کر لیا۔
اس کے بعد ظفر علی خان صاحب کی تقریر کا انتظام کیا گیا۔ پہلی تقریر سورتی جامع مسجد میں ہوئی۔ تقریر کا موضوع غالباً "اسلامی جہاد" تھا۔ اثنار تقریر میں انہوں نے مسئلہ سود بھی چھیڑ دیا اور علمار کو مخاطب کر کے کہا کہ

"مسلمان کفار کو سود دیتے ہیں ان سے لیتے نہیں۔ اس طرح توازن قائم نہیں رہتا۔ کفار کی دولت بڑھتی رہتی ہے، مسلمانوں کی گھٹتی رہتی ہے۔ علمار اس مسئلہ پر غور فرمائیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دار الحرب میں کفار سے سود لینا جائز ہے۔ تو کیوں نہ اس پر فتوے دیا جاسکے۔"

میں نے کہا۔

"آپ اس وقت اس بحث میں نہ پڑیں۔ جو بیان کر رہے تھے، بیان کرتے رہیں۔ میں اس مسئلہ پر پھر زبانی گفتگو کروں گا۔"

انہوں نے اس مسئلہ کو چھوڑ کر اپنی تقریر جاری رکھی۔ اس سے فارغ ہو کر وہ قیام گاہ پر پہونچے۔ کھانے کا وقت ہو گیا تھا چونکہ میں بھی مدعو تھا

اس لیے قیام گاہ پر پہونچ گیا۔ اس وقت بہت سے سیٹھوں کا مجمع تھا
وہ بھی کھانے پر مدعو تھے۔ میں نے اس وقت مسئلہ سود پر گفتگو
مناسب سمجھی۔ میں نے کہا :-

" ظفر علی خان صاحب! میں اس وقت دلائل سے
بحث نہیں کروں گا، واقعات سے سود کی برائی ثابت
کروں گا۔ یہ رنگون کے تاجر آپ کے سامنے موجود ہیں، ان
سے معلوم کر لیا جائے کہ ایک سال رنگون کے بازار آگ لگی بہت
سی دکانیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ جب ایک دیندار سیٹھ کی دکان کے
پاس آگ پہنچی تو ان کے لڑکے اور ملازمین دوڑے ہوئے سیٹھ
کے پاس گئے۔ وہ اس وقت نماز کے لیے مسجد گئے ہوئے
تھے۔ ان سے کہا، بازار میں آگ لگ گئی ہے اور آپ کی دکان
کے پاس پہونچ گئی ہے۔ جلدی چلیے۔ سیٹھ نے بڑے اطمینان
سے کہا :-

" میں نہ سود لیتا ہوں نہ دیتا ہوں اور ہر سال زکوٰۃ برابر
دیتا ہوں۔ بے فکر رہو، انشاء اللہ تعالیٰ میری دکان میں آگ
نہ لگے گی "

ملازمین واپس آئے تو دیکھا واقعی ان کی دکان کو چھوڑ

کر آگ دوسری دکان میں لگ گئی۔ دونوں طرف دکانیں جل رہی تھیں مگر ان کی دکان محفوظ تھی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رنگون میں بڑی شیئرز کمپنیاں[1] ہیں[2] ایک سورتی بڑا بازار ہے جس کا کاروبار سودی نہیں ہے دکانیں اور مکانات بناتا ہے اور کرایہ پر دیتا ہے۔ شیئر پچیس روپیہ کا ہے منافعہ اس وقت دس روپیہ ماہوار ہے۔ اب اس نے شیئرز کی فروخت بند کر دی ہے، جو شیئرز لینا چاہے وہ پہلے شیئرز ہولڈروں سے شیئرز خریدتا ہے۔ آج پچیس روپیہ کے شیئر کی قیمت ڈھائی ہزار روپیہ سے بھی اوپر ہے۔

دوسری آر اے ٹی کمپنی ہے جس کا شیئرز دس روپیہ کا ہے اور منافع سالانہ ایک روپیہ ہے، کبھی سوا روپیہ بھی ہو جاتا ہے اور کبھی بارہ آنہ ہو جاتا ہے اور شیئر کی قیمت وہی دس روپیہ ہے۔ سورتی بڑا بازار کے جس شیئرز ہولڈر کے پانچ سو شیئرز تھے، آج وہ لکھ پتی ہے اور آر اے ٹی کمپنی کے شیئرز ہولڈر کے پاس اگر پانچ سو شیئرز ہیں وہ ہزار پتی سے اوپر نہیں کیونکہ اس کا کاروبار سودی ہے۔

پھر آپ تو صحافی ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ آج دنیا

[1] Shares (حصے)

کی اقتصادی حالت کے خراب ہونے اور اشیاء کے گراں ہونے کا بڑا سبب امریکہ کا سود ہے۔ دنیا کی ساری حکومتیں امریکہ کی مقروض ہیں اور اس کو سود دیتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے ہر حکومت کی معیشت پر بڑا بار ہے۔ اسی لیے گرانی بڑھتی ہے۔
تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ جب مسلمانوں کا عروج تھا، اس وقت مسلمان سودی کاروبار نہیں کرتے تھے بلکہ شرکت مضاربت سے کاروبار کرتے تھے۔ اس میں اتنی برکت تھی کہ آج اس کی نظیر ملنا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

"تاریخی واقعہ ہے کہ بغداد سے ایک تاجر بہت سے جہاز لے کر تجارت کو چلا تو اس کے دوستوں اور قرابت داروں نے اپنا اپنا مال بھی اس کو دیا کہ اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کر لو۔ جو منافع ہوگا آدھوں آدھ تقسیم کر لیا جائے گا۔ اس وقت ایک بڑھیا بھی کھڑی تھی جو تاجر کی قرابت دار تھی تاجر نے ہنس کر کہا "اماں تم بھی کچھ تجارت میں لگا دو۔ اس نے پوچھا، کتنا نفع ہونے کی امید ہے؟ اس نے کہا، ہر چھ ماہ میں دونا ہو جانے کی امید ہے۔ اس نے ایک روپیہ نکال کر دے دیا کہ میری طرف سے یہ لگا دینا تاجر نے روپیہ

جیب میں ڈال لیا۔ بارہ سال کے بعد واپس آیا اور سب لوگوں کا حساب کر دیا۔ بڑھیا بھی پہونچی تو اس نے اپنے منشی سے کہا کہ :

"بڑی بی کو پانچ ہزار روپیہ دے دو۔"

بڑھیا نے کہا :

"یوں نہیں، میں تو حساب سے لوں گی۔ بتلاؤ تم نے جو کہا تھا کہ ہر چھ ماہی میں سرمایہ دونا ہو جائے گا، تو ایسا ہوا یا نہیں ؟"

تاجر نے کہا، واقعی ایسا ہوا ہے۔ تو اس نے کہا، اب حساب کر کے میرا نفع دو۔ تاجر نے منشی سے کہا۔

"ان کو ڈھائی لاکھ روپیہ دے دو۔"

بڑھیا خوش ہو کر چلی گئی۔ منشی نے کہا، آپ نے بڑی بی کو بہت دے دیا۔ تاجر نے کہا، میں نے اس کا روپیہ تجارت میں لگایا نہیں تھا، وہ میری جیب ہی میں پڑا رہا۔ اگر تجارت میں لگاتا تو حساب سے اس کا حق اس سے بھی زیادہ ہوتا۔

کیا آج اس کی نظیر مل سکتی ہے ؟ کہ ایک روپیہ سے بارہ سال میں ڈھائی لاکھ سے اوپر نفع ہو جائے۔ یہ اتباع

شریعت کی برکت تھی اور سود سے بچنے کی۔
ظفر علی خاں صاحب نے اگلی تقریر میں اس کا اعتراف کیا کہ:
"مسلمانوں کو سود سے بچنا چاہیے اور شریعت کے
موافق شرکتِ مضاربت کرنا چاہیے۔"

واقعۂ دوم ظفر علی خاں مرحوم کے قیامِ رنگون ہی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک ہندو نے کلکتہ کے کسی اخبار میں ایک مضمون شائع کیا جس میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی تھی۔ مسلمانانِ رنگون نے اس پر احتجاج کے لیے "عارف ہال" میں جلسہ بلایا۔ میں نے دوستوں کو رائے دی کہ اس جلسہ کا صدر ظفر علی خانصاحب کو بنایا جائے کہ وہ ایسے احتجاجی جلسوں کی صدارت کرنا جانتے ہیں۔
چنانچہ ان کو صدر بنایا گیا۔ جلسہ میں چند مقررین نے تقریریں کیں۔ مجھے بھی تقریر کے لیے کھڑا کیا گیا۔ میں نے اثنارِ تقریر میں کہا کہ:
"کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں
کرتے رہیں گے اور مسلمان اسی طرح بیٹھے رہیں گے۔ آخر
آپ کو کس بات کا انتظار ہے؟"

میرے اس فقرہ پر ایک دم سارا جلسہ کھڑا ہو گیا۔ ظفر علی خاں بھی کھڑے ہو گئے۔ نعرۂ تکبیر سے ہال گونج گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ ہم بیٹھے نہیں

رہیں گے، ہمیں حکم دیجئے ہم فوراً تعمیل کریں گے۔ پانچ سات منٹ تک سب لوگ کھڑے رہے، تو میں نے کہا:۔

الحمدللہ، مسلمان زندہ ہیں۔ اب آپ بیٹھ جائیں اس وقت تو میں صدر صاحب سے کہوں گا کہ اس کے متعلق ریزولیوشن پیش کریں۔ اس سے کام نہ چلا تو دوسری صورت اختیار کی جائے گی"

اس پر سب بیٹھ گئے اور صدر جلسہ نے ریزولیوشن بنا کر پیش کیا جس کو بالاتفاق منظور کیا گیا۔ ریزولیوشن میں یہ بھی تھا کہ اس گستاخ کو تنبیہ کی جائے کہ وہ فوراً مسلمانوں سے معافی مانگے ورنہ جیل بھیج دیا جائے چنانچہ چند ہی روز میں اس ہندو نے اسی اخبار میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے مسلمانوں سے معافی مانگی۔

جلسہ کے بعد مولوی ظفر علی خاں صاحب نے میرے دوست حاجی داؤد ہاشم یوسف اور قاسم غلام احمد سے کہا:۔

"مجھے آج معلوم ہوا کہ خانقاہ والوں میں بھی ایسا جذبہ اور جوش ہے کہ ان کے ایک فقرہ سے سارا جلسہ جوش میں آگیا اور ایک دم کھڑا ہو گیا۔ میں تو ڈر گیا تھا کہ مولانا کہیں اسی وقت جہاد کا حکم نہ دے دیں"

داؤد ہاشم صاحب نے کہا۔

"یہ آخر کس کے بھانجے ہیں؟ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کے وعظ میں تو بعض لوگ روتے روتے بیتاب ہو جاتے ہیں اور جوش میں بھر جاتے ہیں"

واقعہ سوم برما میں ایک بستی ٹانگو ہے۔ رنگون سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ہوگی۔ وہاں ایک سال آل برما ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس منعقد ہونا طے پایا۔ اس کا سیکرٹری رنگون کے سیٹھوں سے کانفرنس کے لیے چندہ کرنے کے لیے آیا اور کانفرنس میں شرکت کی درخواست بھی کی۔ حاجی محمد یوسف اور حاجی داؤد ہاشم یوسف نے مجھ سے مشورہ کیا۔ میں نے کہا:

"اگر اس کانفرنس میں یہ تجویز پاس کر دی جاتے کہ مسلم اسکولوں میں قرآن کریم اور تعلیم الاسلام پڑھانا لازمی ہوگا۔ اور دینیات کے امتحان کی کامیابی پر طالب علم کو کامیاب سمجھا جائے گا تو اس کانفرنس میں چندہ دینا اور شرکت کرنا مفید ہے ورنہ بیکار ہے"

سکرٹری نے کہا۔

"یہ تجویز ضرور پاس کر دی جائے گی۔ بشرطیکہ آپ حضرات

شرکت فرمائیں کیونکہ آپ کی شرکت سے اس تجویز کے حق میں زیادہ ووٹ آجائیں گے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ تجویز پاس نہ ہو گی۔"

حاجی محمد یوسف صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کانفرنس میں شرکت کر سکتے ہیں؟

میں نے کہا۔

"اگر یہ تجویز پاس کرانا سکریٹری صاحب کے نزدیک میری شرکت پر موقوف ہے تو میں جانے کو تیار ہوں مگر میرے ساتھ اور بھی حضرات ہونے چاہییں تاکہ وہ پہلے تائید کریں۔ ان کے اثر سے دوسرے بھی متاثر ہو جائیں گے۔"

چنانچہ مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب اور جمعیۃ علماء برما کے متعدد ارکان اور حاجی داؤد ہاشم یوسف اور چند تاجر شرکت کانفرنس کے لیے تیار ہو گئے جن کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔ جب ہم کانفرنس میں پہونچے تو قاری نورالحق صاحب لکھنوی تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ ایسا خوش الحان خوش آواز قاری میں نے نہیں دیکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ راستہ طے کرنا مشکل ہو گیا جو جہاں تھا، وہاں کھڑا ہو گیا۔ آگے قدم نہیں بڑھا سکتا تھا۔

قاری صاحب نے قرات ختم کی تو پہلے خطبۂ استقبالیہ اور پھر خطبۂ

صدارت پڑھا گیا۔ یہ دونوں خطبے انگریزی میں تھے۔ میں نے کچھ نہیں سمجھا۔ میرے پاس انگریزی داں مترجم تھا۔ اس نے بتلایا کہ تعلیم کی ضرورت، اور مسلمانوں کا تعلیم میں دوسری قوموں سے پیچھے رہنے کا بیان تھا۔

دوسرے اجلاس میں تجویزیں پیش کی گئیں۔ میں نے بھی اپنی تجویز پیش کی کہ:۔

"سرکاری مسلم اسکولوں میں قرآنِ کریم اور اردو رسائل دینیات کی تعلیم لازم کی جائے اور جیسا دوسرے لازمی مضامین کا امتحان پاس نہ کرنے پر طالب علم کو ناکام سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح دینیات کا امتحان پاس نہ کرنے پر فیل قرار دیا جائے"

میری اس تجویز کی تائید میں چند مقرروں نے تقریریں کیں تو صدر جلسہ جو ایک پنجابی بیرسٹر تھے، جھلا اٹھے اور کہنے لگے:۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہر طرف سے دین دین کی آواز آرہی ہے۔ دنیا کو بھی تو سنبھالنا ضروری ہے اور یہ کیا تعلیم ہے جس پر آپ زور دے رہے ہیں طوطے کی طرح رٹنا بھی کوئی تعلیم ہے؟"

اس پر میں نے قاری نورالحق صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے کھڑے ہوکر صدر کو دھمکایا کہ آپ تعلیم قرآن کی توہین کر رہے ہیں۔ اپنے الفاظ واپس لیجئے اور قوم سے معافی مانگئے۔ وہ بولے:۔

"میں صدر ہوں - آپ کو مجھ پر تنقید کا کوئی حق نہیں"۔

اس پر ایک برمی مولوی صاحب کو غصہ آگیا۔ انہوں نے برمی زبان میں صدر کو بہت دھمکایا کہ جو صدر تعلیم قرآن کی توہین کرے۔ ہم اس کو کرسی صدارت سے اٹھا کر نیچے پھینک دیں گے۔ پھر یکے بعد دیگرے چند مقررین نے صدر سے کہا کہ:

" اپنے الفاظ واپس لو اور قوم سے معافی مانگو ورنہ ہم جلسہ کو درہم برہم کر دیں گے"۔

اس پر بھی صدر صاحب خاموش رہے تو میں نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ جلسہ سے واک آوٹ کر کے باہر چلے جائیں۔ یہ کہہ کر میں کھڑا ہو گیا تو رنگون سے آنے والے سب ساتھی کھڑے ہو گئے ہمیں دیکھ کر جلسہ کے دو تہائی آدمی کھڑے ہو کر جلسہ سے باہر آگئے۔ جب ایک تہائی آدمی رہ گئے تو صدر نے سیکرٹری سے کہا:

" کوئی اور تجویز پیش کی جائے"۔

اس نے تیز لہجہ میں جواب دیا کہ:

" جلسہ درہم برہم ہو چکا ہے۔ اب کیا تجویز پیش کروں؟ ایک تہائی سے بھی کم آدمی رہ گئے ہیں۔ سمجھدار طبقہ چلا گیا عوام رہ گئے ہیں۔ ان کے پاس کرنے سے کوئی تجویز کیسے پاس

ہو سکتی ہے؟ رنگون کے صحافی بھی جلسہ میں موجود تھے، اور
کچھ اب بھی موجود ہیں۔ وہ یہ سب حال دیکھ رہے ہیں اور اپنے
اپنے اخباروں کو بھیجنے والے ہیں۔ اس کے بعد دنیا کو
کانفرنس کا ناکام ہونا معلوم ہو جائے گا اور اس کی کوئی تجویز
نہیں مانی جائے گی۔"

صدر نے کہا:

"پھر اب کیا کیا جائے۔ کانفرنس کیونکر کامیاب
کی جائے؟"

سیکرٹری نے کہا:

"اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ حضرات علماء کو
خوشامد کر کے جلسہ میں لایا جائے اور آپ اپنے الفاظ واپس
لیں اور قوم سے معافی چاہیں۔"

صدر نے وعدہ کیا۔ ہم لوگ جلسہ سے واپس اپنی قیامگاہ پر آ
گئے اور رنگون جانے کے لیے سامان باندھ رہے تھے کہ سیکرٹری
صاحب پہنچ گئے اور بڑی خوشامد سے جلسہ کی شرکت پر اصرار کرنے
لگے۔ میں نے صاف انکار کر دیا کہ ایسے شخص کی صدارت میں ہم جلسہ
نہیں کر سکتے۔

سکریٹری نے کہا:

"وہ معافی چاہنے کو تیار ہے اور اپنے الفاظ واپس
لینے کا بھی وعدہ کرتا ہے"

مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب بول پڑے کہ اگر وہ ایسا کر دیں
و ہم شریک جلسہ ہو جائیں گے۔ ہم بھی یہ نہیں چاہتے کہ آپ کی کانفرنس
کام اور آپ کی محنت برباد ہو۔ دوسرے حضرات نے بھی ان کی تائید
ی تو میں نے اس شرط پر شرکت منظور کر لی کہ:

"صدر اپنے الفاظ واپس لیں، غلطی کا اعتراف کریں
اور توبہ کر کے قوم سے بھی معافی چاہیں"

چنانچہ دوسرے اجلاس میں ہم لوگ پہونچے تو صدر نے بڑے
اک سے ہمارا خیر مقدم کیا اور کھڑے ہوتے ہی اپنی غلطی کا اعتراف کر
کے قوم سے معافی چاہی۔ جلسہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور میری تجویز پیش
وتے ہی باتفاق رائے پاس ہو گئی۔ کانفرنس کا اجلاس تین دن تک
ری رہا۔ درمیان میں بعض دفعہ صدر نے مجھے کرسیٔ صدارت پر بیٹھنے کی
ش کش کی کہ وہ کسی ضرورت سے جلسہ سے باہر جانا چاہتے تھے، میں
نے اس کو منظور کیا اور رنگون کے صحافیوں سے کہہ دیا کہ:

"جلسہ میں جو ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کو اخبار

میں نہ دیں۔"

سب نے منظور کر لیا مگر بعض نے یہ عذر پیش کیا کہ ہم تار سے اطلاع دے چکے ہیں اور وہ واقعہ اخبار میں چھپ گیا ہوگا۔ میں نے کہا اگر ہو سکے تو ایک تار اور دے دیا جاتے کہ یہ

واقعہ چھاپا نہ جاتے۔"

مگر اخبار والے کہاں رکتے ہیں۔ انگریزی اور ہندی اخباروں میں سارا واقعہ چھپ گیا اور اس واقعہ سے جمعیۃ علماء کی عظمت و وقار کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا۔

واقعہ چہارم ایک دفعہ بہاموشہر میں جو سرحد چلین کے قریب ہے ایک ہندو وکیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مضمون شائع کیا۔ وہاں کے مسلمانوں نے مقدمہ دائر کر دیا اور جمعیت علماء برما کے دفتر میں تار آیا کہ اس کیس کی پیروی کے لیے بیرسٹر محمد رفیع صاحب کو رنگون سے یہاں بھیج دیا جائے۔ کیس کی تاریخ بھی بتادی تھی۔ بیرسٹر محمد رفیع صاحب ہم لوگوں سے بہت اچھی طرح ملتے تھے اور اسلامی کاموں میں بہت حصہ لیتے تھے۔

میں نے ان کو فون کیا۔ وہ دفتر جمعیت میں تشریف لائے

جمعیت کا اجلاس اکثر مدرسہ دانندیریہ میں میرے دفتر کے سامنے ہی ہوا کرتا تھا کہ وہی وسیع ہال تھا۔ میں نے بیرسٹر محمد رفیع صاحب سے اس کیس کی پیروی کے لیے کہا، وہ فوراً تیار ہو گئے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ:

"ان تاریخوں میں تو میرے پاس بڑا کیس ہے۔ جس کے گواہ ہندوستان سے آرہے ہیں۔ میں بہاموکے جج کو تار کرتا ہوں کہ ان تاریخوں میں تبدیلی کر دے۔ کیونکہ میں اس کیس کی پیروی کروں گا اور ان تاریخوں میں نہیں آسکتا۔ دوسری تاریخ مقرر کریں"

بیرسٹر محمد رفیع کا تار بہاموکے جج کے پاس پہونچا تو اس نے اس ہندو وکیل کو بلایا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اور کہا:

"اس کیس کی پیروی کو بیرسٹر محمد رفیع آرہا ہے۔ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو مسلمانوں سے معافی مانگو اور اپنے الفاظ واپس لے کر غلطی کا اعتراف کرو ورنہ تمہارا ڈپلوما بھی ضبط ہو جائے گا اور تم ذلیل ہو گے۔ بیرسٹر رفیع کے سامنے کوئی وکیل کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کو تم بھی خوب

جانتے ہو۔"

چنانچہ بیرسٹر محمد رفیع کو بہامو جانا بھی پڑا کیونکہ مسلمانانِ بہامو کا دوسرا تار آگیا کہ اس گستاخ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرکے اپنے الفاظ واپس لے لیے ہیں اور مسلمانوں سے معافی چاہ لی ہے اور ہم نے اس شرط پر معافی دے دی ہے کہ معافی نامہ سب اخبارات میں خود اپنے خرچ سے شائع کرے۔

بیرسٹر محمد رفیع یہ تار لے کر ہمارے پاس آئے تو ہم نے بیرسٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور ان کو اس کامیابی پر مبارکباد دی۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلامی کاموں میں حصہ لینے کی وجہ سے بیرسٹر محمد رفیع مسلمانوں کے محبوب ہوگئے اور ان کی بیرسٹری خوب کامیاب ہوئی

واقعہ پنجم

ظفر علی خاں رنگون ہی میں رہتے کہ ان کی مجلس میں زیرباد‌ی مسلمانوں کا تذکرہ ہونے لگا کہ ہندوستان سے جو لاکھوں مسلمان تجارتی کاروبار، سرکاری ملازمت یا محنت مزدوری کے لیے برما آتے ہیں۔ ان میں سے اکثر برمی عورتوں سے نکاح کرلیتے ہیں۔ ان شادیوں سے جو اولاد ہوتی ہے وہ زیربادی[1] کہلاتی ہے۔

---

[1] ایک صاحب نے بیان کیا کہ یہ لفظ زیر بیع کا بگڑا ہوا ہے۔ کسی عرب نے برمی عورت سے شادی کی تھی۔ اس سے خوبصورت لڑکا پیدا ہوا تو عرب نے زیربیع کہا یعنی ... پھول۔ لوگوں نے اس کا زیربادی کر دیا۔ ۱۲

میں نے کہا کہ :-

"اس طرح برما میں اسلام خوب پھیل سکتا ہے۔ جس جگہ اسلام پھیلانا ہو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مسلمان وہاں کی عورتوں سے بکثرت نکاح کریں۔ اولاد تو مسلمان ہو ہی گی۔ بیوی کے خاندان میں بھی اسلام پھیلنے لگے گا۔

چنانچہ زیرباد ی مسلمانوں کی تعداد اس وقت دو لاکھ سے کم نہیں کچھ زیادہ ہی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ برما کے مسلمان اس زیرباد ی نسل کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ ان کی یہ روش اشاعت اسلام کی راہ میں سنگ گراں بنی ہوئی ہے۔"

اس پر ظفر علی خاں نے برجستہ ایک نظم کہہ ڈالی۔ اور اپنی تقریر میں بھی سب مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ زیرباد ی مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا ہرگز جائز نہیں۔ اس میں علاوہ ایک مسلمان کی دل شکنی کے یہ بھی نقصان ہے کہ آپ کا یہ طرز عمل اشاعت اسلام میں سنگ گراں بن رہا ہے۔ نظم یہ ہے جس کا عنوان ہے "زیرباد ی مسلمان"

گھر مسلمان کے برما کی دلھن آئے اگر

پھیل سکتا ہے یہاں دین بڑی آسانی سے

لیکن ایسا نہ ہو سسرال میں حصہ نہ ملے
اس کو اسلام کے احسان کی فراوانی سے
زہر بادی ہیں ہمارے ہی جگر کے ٹکڑے
ہم نے پالا ہے جنہیں قوت ایمانی سے
بڑی مشکل ہے یہ لیکن کہ ہماری اولاد
جوڑتی رشتہ سیاست میں ہے برطانی سے
میرے اس قول کی تصدیق کریں گے علماؔ
پوچھ لو جا کے ظفر احمد عثمانی سے ،

ظفر علی خان مرحوم کی ایک نظم کا ذکر آگیا تو ایک دوسری نظم بھی پیش کر دوں جس میں کانگریسی مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کو مسلمان بھی نہیں مانتے تھے۔ ان ہی کی زبان میں یہ غزل ۱۹۲۹ء میں لکھی گئی ہے جس کا عنوان ہے :-

"بڑا مولوی"

وطن جس کی رو سے ہے بنیادِ ملت
میں اس شرع کی کر رہا پیروی ہوں

اہنسا کا فوارہ اچھلا ہے جس سے
میں اس زندگانی کی شان قوی ہوں
سکھاتا ہے جو ناچنا اور گانا !
میں اس مدرسہ[1] کا بڑا مولوی ہوں
کبھی میں بھی تھا عازم کوئے یثرب
اب اس عزم کو کرچکا ملتوی ہوں ،
کوئی تمادری ہے کوئی سہروردی
مرا فخر یہ ہے کہ میں گاندھوی ہوں
مجھے لیگ سے اس لیے دشمنی ہے
وہ عبدالنصاریٰ میں عبدالقوی ہوں
برستی ہیں جس سے ترنگی[2] بلائیں
میں اس عرش پر آج کل مستوی ہوں
سمجھ لوں میں جیناؔ کو کیونکر مسلمان
کوئی میں بھی اشرف[3] علی تھانوی ہوں

---

[1] وارڈھا سکیم کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ [2] کانگرس کے ترنگے جھنڈے کی طرف اشارہ ہے [3] اس طرف اشارہ ہے کہ علماء میں مسٹر جناح کو مولانا تھانوی اور ان کی جماعت ہی مسلمان سمجھتی تھی اور کوئی نہیں ۱۲۔

واقعہ ششم پاکستان بننے کے بعد زبان کا مسئلہ زیر بحث تھا کہ پاکستان کی سرکاری زبان کیا ہو؟ مغربی پاکستان والے تو اردو کو سرکاری زبان بنانا چاہتے تھے مگر مشرقی پاکستان میں اختلاف تھا۔ مسٹر فضل کریم فضلی اس وقت چاٹگام کے کلکٹر تھے۔ پھر ڈھاکہ میں سیکرٹری تعلیمات ہوگئے۔ انہوں نے بنگلہ حروف القرآن کی تحریک شروع کی کہ بنگلہ زبان کا رسم الخط عربی کر دیا جائے تاکہ مغربی پاکستان والوں کو بنگلہ سیکھنا آسان ہو جائے اور مشرقی پاکستان والے اس طرح اردو کے قریب آجائیں۔

ہم نے اس تحریک کی تائید کی اور سمجھدار طبقہ کے مسلمانوں کو اس پر آمادہ کرنا شروع کیا کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہو کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ مشرقی پاکستان کے اکثر شہروں میں اردو زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ مدارس اسلامیہ عربیہ اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ اور اس کی شاخوں میں بھی اردو ہی ذریعہ تعلیم ہے

چنانچہ اس طرح ایک لاکھ سے زیادہ دستخطوں کے ساتھ وزیر اعظم لیاقت علی خاں مرحوم کی خدمت میں درخواست پیش کر دی کہ:

"مشرقی پاکستان والے بھی سرکاری زبان اردو ہی چاہتے ہیں"

اس کے بعد قائداعظم نے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا تو ڈھاکہ میں ایک لاکھ سے زیادہ مجمع کے سامنے صاف طور سے اعلان فرما دیا کہ:-

"پاکستان کی سرکاری زبان اردو اور صرف اردو ہوگی"

ایک طرف سے آواز آئی :-

"راشٹرو بھاشا بنگلہ چاہی"

اس پر مجمع نے اپنی ناپسندیدگی کے سبب انہیں قائداعظم نے پھر یہی اعلان کیا تو پھر اس کے خلاف کوئی آواز نہ آئی۔

واقعہ ستم | انوار الفطر حصہ اول میں لکھ چکا ہوں کہ ۱۹۴۲ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی سے میرا تعلق ختم ہو گیا تھا اور میں مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کا مدرس اول بنا دیا گیا۔ اس میں میرے دوست جناب ڈاکٹر فضل کریم صاحب فضلی کا بڑا ہاتھ تھا۔ انہوں نے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ ڈھاکہ یونیورسٹی سے تعلق ختم کر کے مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں آجاؤں کیونکہ وہاں مدرس اول کی جگہ خالی تھی۔

میں نے اس کو منظور کر لیا تو انہوں نے مدرسہ عالیہ کے پرنسپل کے پاس میرے تقرر کی اطلاع بھیج دی کیونکہ فضلی صاحب اس وقت ڈھاکہ میں سیکرٹری تعلیمات تھے اور مدرسہ عالیہ کے عہدہ بھی تھے۔ جب میرے تقرر کا اعلان ہوا تو بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ:-

"آج تک بغیر انٹرویو کے کسی عہدہ دار کا تقرر نہیں ہوا عثمانی صاحب کا تقرر بغیر انٹرویو کیسے کر دیا گیا؟"

فضل کریم صاحب نے جواب دیا کہ:-

"انٹرویو کے لیے عثمانی صاحب تیار ہیں مگر مجھے یہ بتلایا جائے کہ ان کا انٹرویو کون لے گا؟ میں تو اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا اور نہ پرنسپل صاحب ہی اپنے کو اس لائق سمجھتے ہیں اب جو صاحب اپنے کو اس قابل سمجھتے ہوں وہ اپنا نام پیش کریں"

اس پر معترضین خاموش ہو گئے۔

مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں میرے سپرد بخاری شریف اور الاشباہ والنظائر اور اصول بزدوی ــــ کے اسباق تھے اور تعلیم کی نگرانی بھی۔ خدا کا شکر ہے کہ طلبہ اور مدرسین اور پرنسپل مجھ سے خوش رہے۔ بعض مدرسین کو اول اول کچھ خلش تھی، پھر وہ بھی خوش ہو گئے۔

ستمبر ۱۹۴۹ء میں جب بندہ کو مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی جگہ وفد خیر سگالی پاکستان میں حکومت سعودیہ عربیہ کی طرف بھیجا گیا (کیونکہ مولانا پر اس وقت فالج پڑ چکا تھا) تو ۲۲ ستمبر روز جمعرات مولانا محمد شفیع صاحب حجۃ اللہ انصاری کو جو مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں

اڈیشنل ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے کام کا چارج دیا۔ اس وقت مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے دیگر علماؑ و مدرسین بھی موجود تھے۔ مولانا محمد شفیع صاحب نے اس موقعہ پر اپنے چند تازہ اشعار سنائے جو بلا تکلف بے ساختہ بن گئے تھے۔

عازمِ آرام گاہِ مصطفیٰ تجھ پہ سلام
شائقِ دیدارِ بیتِ مجتبیٰ تجھ پر سلام
طالبِ حق صدقِ دل سے سوئے کعبہ جب چلا
ابرِ رحمت سر پہ اس کے سایہ افگن ہو گیا
جاؤ جاؤ منتظر ہیں رحمۃ للعٰلمین
میزبانی خود کریں گے شاہِ ختم المرسلین
آفریں صد آفریں بر ہمتِ یکتائے تو
ویں سفر اے کاش باشد دارو تے غمہائے تو

تیرے شعر میں میری حالت دگرگوں ہو گئی اور بے ساختہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے کیا واقعی رحمۃ للعٰلمین کو میرا انتظار تھا؟ میں اس قابل کہاں ہوں، مگر بے گمانی یہ نوری سا الہام تو کچھ اسی پر اشارہ کر رہا تھا جو بے ساختہ ان اشعار میں مولانا کی زبان پر آگیا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل، نسیم صبح تیری مہربانی!

اس واقعہ سے یہ بھی مسرت ہوئی کہ ڈھاکہ یونیورسٹی اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے بحمد اللہ میری نسبت رابطہ میں کمی نہیں آئی و الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے انتقال کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۶۳ھ کے وسط میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی عیادت کو دہلی جانا ہوا کیونکہ مولانا اس وقت بہت علیل تھے خیال یہ تھا کہ مولانا کی عیادت کر کے دہلی ہی سے ڈھاکہ کو روانہ ہو جاؤں گا مولانا سے سلام و کلام اور مصافحہ ہوا تو فرمانے لگے :۔

"آپ کو اپنا وعدہ بھی یاد ہے ؟ آپ نے ایک چلہ تبلیغ میں دینے کا وعدہ کیا تھا"

میں نے کہا :۔

"وعدہ یاد ہے اور میں انشاء اللہ اس کو پورا کروں گا مگر اس وقت نہیں بلکہ رمضان میں کہ اس وقت میری تعطیل ہوگی"

فرمایا :۔

"آپ رمضان کی باتیں کر رہے ہیں اور ہمیں شعبان کی بھی امید نہیں"

ان کے اس فقرہ سے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے کہا:۔

"حضرت بس میں ابھی ٹھہر گیا اور ابھی چلہ دوں گا۔"

اس پر مولانا کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا اور مجھے گلے سے لگا لیا۔ فرمایا:۔

"جزاک اللہ! آپ کے اس ارادہ سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔"

پھر حضرت نے مجھے دہلی کے نواح میں متعدد مقامات پر تبلیغ کے لیے بھیجا اور فرمایا:۔

"تمہارے اس عمل سے ہماری تبلیغ کو بہت قوت پہونچی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔"

میرا قیام ایک ہی مہینہ ہوا تھا کہ مولانا نے داعی اجل کو لبیک کہا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان ہی ایام میں مولانا نے فرمایا:۔

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ علیہ نے انتقال سے پہلے آپ کو مبارکباد کے ساتھ بڑی بشارت[1] دی ہے۔ ہماری نظر میں تو آپ اس

---

[1] اس بشارت کا ذکر انوار النظر حصہ اول میں آچکا ہے۔ حضرت حکیم الامت رہ نے اپنے انتقال سے دو دن پہلے یہ تحریر لکھ کر دی تھی۔ ھنیئا لکم، ذوقوا ایۃ و بعثتھا و انتھا ایۃ للعٰلمین

بشارت سے پہلے بھی بڑے درجہ میں تھے مگر یہ بشارت بتلاتی ہے کہ حضرت آپ سے راضی گئے ہیں اور یہ بڑی دولت ہے۔

آپ نے حدیث میں پڑھا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت خلافت کا معاملہ چھ حضرات کے سپرد کرتے ہوئے ان کی فضیلت میں یہی فرمایا تھا:۔

توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راض	کہ یہ چھ حضرات وہ ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو کر تشریف لے گئے ہیں

پھر میرے پاس پیغام بھیجا کہ:۔

"میں اپنے متعلقین میں سے آٹھ کو قابلِ خلافت سمجھتا ہوں، آپ اور مولانا عبدالقادر صاحب اور شیخ الحدیث ان کو خلافت دے دیں اور ان میں سے ایک کو میری جگہ رہنے کے لیے منتخب کر دیں"

ہم تینوں نے بالاتفاق مولوی محمد یوسف مرحوم کو جانشینی کے لیے منتخب کر دیا اور سب کو مولانا کی طرف سے خلافت دے دی۔ پھر مولانا نے ہم تینوں کو تبلیغ کا سرپرست بنایا اور مجھ سے

فرمایا کہ :۔

"میرے لوگوں میں شغل تبلیغ کی وجہ سے ذکر کی کمی ہے
تم ان کو ذکر کی تلقین کر دو اور ان سے کہہ دو کہ ایک مدت
تک رائپور جاکر خانقاہ میں قیام کر کے ذکر کی تکمیل کریں کیونکہ
خانقاہ رائپور میں سکون زیادہ ہے"

میں نے کہا :۔

"پھر شاہ عبدالقادر صاحب ہی کو فرما دیا جائے کہ وہ
ان سب کو ذکر کی تعلیم کر دیں"

فرمایا :۔

"نہیں ، ان پر نقشبندیت[1] غالب ہے ۔ تم پر چشتیت
غالب ہے اور چشتیت اللہ تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہے"
چنانچہ میں نے ان حضرات کو ذکر کی تعلیم کر کے خانقاہ رائپور
جانے کی ہدایت کر دی ۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے بعض خلفاء کو جو اس وقت

---

[1] نقشبندیہ کے یہاں تصور شیخ پر بہت زور دیا جاتا ہے چشتیہ کے نماتی
توحید پر گراں ہے ۔ ۱۲ منہ بشرطیکہ اتباع سنت اور اجتناب عن البدعت
کے ساتھ ہو ۔

تھانہ بھون میں موجود تھے، اس بشارت سے پہلے مجھ سے کچھ غلطی تھی، حضرت کے انتقال کے بعد انہوں نے مجھ سے معافی چاہی تو میں نے غالب کا یہ شعر پڑھ کر سب کو معاف کر دیا۔

سفینہ جب کہ کنارہ پہ آ لگا غالب
خدا سے کیا گلہ و جور ناخدا کہیے

بابِ دوم

تربیتِ باطن

یہ باب مجھے اپنے قلم سے نہیں لکھنا تھا کیونکہ واقعی میں کورا کا کورا ہوں۔ میرے باطن کا کچھ تزکیہ نہیں ہوا جس کو تزکیہ کہا جاتا ہے، اور تزکیہ والوں کو بھی تو لا تزکوا انفسکم میں دعوئے تزکیہ سے منع کیا گیا ہے۔ سو واللہ ثم واللہ مجھے کچھ دعوٰے نہیں کیونکہ کچھ حاصل نہیں تو دعوٰے کس بات کا؟

مجھے اس باب میں صرف اپنے مربیوں کے احسانات بیان کرنا ہیں کہ گو مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا مگر میرے مربیوں نے میری اصلاح و تکمیل میں کوشش کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ ان کے کمال میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ؎

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

پہلے حصہ میں یہ ذکر آچکا ہے کہ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں درسیات سے ۱۳۲۸ھ میں فارغ ہوگیا تھا۔ اسی سال اساتذۂ مظاہر علوم نے حج کا ارادہ کیا اور دو مین کی قیمت سے ایک سو پچیس ۱۲۵ روپیہ مجھے وصول ہوا تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے مجھ پر حج فرض ہوجانے کا فتویٰ دے دیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا۔

"میرے نزدیک تو حج فرض نہیں ہوا۔ لیکن مولانا فرماتے ہیں تو ارادہ کر لو۔"

چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا جس کا مفصل تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں حج سے پہلے میں نے بیعت ہوجانا مناسب سمجھا کہ اب تک کسی بزرگ سے بیعت نہیں ہوا تھا۔ میری نظر میں اس وقت دو ہی بزرگ تھے جن سے مجھے بیعت ہونے کا خیال تھا۔ ایک حضرت حکیم الامت تھانویؒ، دوسرے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ۔

میں نے اس بارے میں مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ

سے مشورہ کیا، انھوں نے فرمایا کہ:۔

"تم دیکھتے ہو کہ میں نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب کا دامن پکڑا ہے اور میاں ظفر! یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ ان کے یہاں بڑا کون ہے؟ مگر طریقِ سلوک میں آج حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سب سے بڑھے ہوئے ہیں"

اس پر میں نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی تو فرمایا:۔

"تمہارے گھر میں پیر موجود ہیں، ان سے بیعت ہو جاؤ اور کسی دوسرے سے بیعت ہونا چاہو تو ان سے اجازت حاصل کر کے بیعت ہو"

تو میں نے ابتدائی استادِ عربی مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی کے واسطہ سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ:۔

"میرا قلبی میلان بیعت کے لیے دو طرف ہے ایک جناب والا کی طرف، دوسرے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی طرف۔ حضرت کے نزدیک جہاں میرا حصہ ہو۔ مجھے تبلا دیا جائے"

حضرت نے فرمایا:۔

"تم مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہو جاؤ۔ اس صورت میں مجھ سے بھی نفع پہونچتا رہے گا"

اب میں نے سہارنپور آکر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے صورت حال عرض کر کے دوبارہ بیعت کی درخواست کی اور حضرت نے بیعت فرما کر ذکر و شغل اور ادعیہ ماثورہ متعلقہ اوقات مختلفہ کی پابندی کا حکم دیا (مفصل حال تذکرۃ الخلیل میں مذکور ہے)

اس کے بعد میں نے حج کا سامان شروع کیا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے تیس روپیہ دیئے اور بڑی پیرانی نے گھی اور اچار چٹنی اور راستہ میں ناشتہ کے لیے بہت کچھ عطا فرمایا جو بیس پچیس روپیہ سے کم قیمت کا نہ ہوگا اور ایک بڑے ٹوکرے میں بھرا ہوا تھا۔ رفقاء سفر کو یہ سامان بہت گراں گذرا۔ مگر جب جہاز میں سب کو چکر آیا تو اچار چٹنی اور ناشتہ کا سامان سب ختم کر دیا۔ اس وقت سب کو معلوم ہو گیا کہ بڑی پیرانی حج کر چکی تھیں ان کو ضروریات سفر حج کا پورا علم تھا ہمیں علم نہ تھا۔ اس لیے ہم اس سامان سے گھبرا رہے تھے۔

میرے پاس سفر حج کے لیے رقم بہت تھوڑی ہی تھی۔ اس لیے بعض احباب نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے عرض

کہا کہ :-

"مولوی ظفر کے پاس رقم تھوڑی ہے۔ ان کو سفر حج سے اس سال روک دیا جائے۔ آئندہ سال کریں گے۔ جب رقم کافی ہو جائے گی"

فرمایا :-

"ہرگز نہیں! ان کو اسی سال حج کے لیے پہنچنا ہے"

یہ الفاظ اس طرح فرمائے جیسے کوئی غیبی اشارہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے مولانا کی توجہ سے مجھے حج کی توفیق دی فَلَہُ الْحَمْدُ وَ لَہُ الشُّکْرُ۔

میں تو اپنے رفقاء کے ساتھ یکم ذی قعدہ کو مکہ پہونچ گیا، پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ بھی ۴ ذی الحجہ کو مکہ پہونچ گئے۔ حضرت کے تشریف لانے سے ہم سب کو بڑی خوشی ہوئی۔

مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی مصنف تیسیر المبتدی بھی اس حج میں شریک تھے۔ ایک دن بیر زمزم پر مولانا نے دیکھا کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب بھی زمزم کا پانی پینے تشریف لائے ہیں میں

نے بھی مولانا کو سر پہ لنگی ڈالے ہوئے ہجوم میں دیکھا۔ خیال تھا کہ پانی پی لینے کے بعد ملاقات کریں گے۔ مگر جب ہم پانی پی چکے تو مولانا غائب ہو چکے تھے۔ واپسی پر ہم نے مولانا سے اس کا ذکر کیا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نہ انکار کیا نہ اقرار۔

مولانا عبداللہ صاحب کو میرے خوابوں پہ بڑا اعتقاد تھا جب ہم حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ جانے لگے تو فرمایا:۔

"مولوی ظفر! تم کو اپنا وہ خواب بھی یاد ہے کہ تم نے نحو میر پڑھنے کے زمانہ میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو جنت کی بشارت دینے کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ پڑھنے کے بعد ہمارے یہاں بھی آؤ گے؟ تم نے عرض کیا تھا۔ حضور اشتیاق تو بہت ہے۔ آپ دعا فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔

دیکھو اس خواب کا کیسا ظہور ہوا کہ تم پڑھنے سے فارغ ہوتے ہی مدینہ جا رہے ہو۔"

میں نے عرض کیا۔

ہاں! خواب یاد آگیا۔ الحمدللہ خواب سچا ہو گیا"

مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے میں اور مولانا عبداللہ صاحب الگ الگ دو اونٹوں پر سوار تھے۔ مدینہ سے واپسی میں ہم دونوں ایک ہی اونٹ پر تھے تو فرمایا کہ :

"تم نے ایک خواب یہ بھی دیکھا تھا کہ تم اور ہم دونوں ایک ہی اونٹ پر مکہ مدینہ کے سفر میں ہیں دیکھو! اس کا بھی ظہور ہو گیا کہ ہم دونوں ایک ہی اونٹ پر ہیں۔"

سفر حج سے واپسی پر میرا تقرر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہو گیا اور میں اپنے استاد مولانا عبداللہ صاحب کی جگہ مدرس بنادیا گیا اب میں نے درس و تدریس کے ساتھ ذکر شغل بھی جاری رکھا اور مدرسہ کی قدیم مسجد میں امام بھی بنا دیا گیا۔ صبح کی اذان بھی میرے سپرد تھی کیونکہ میں رات کو مدرسہ قدیم کی سب سے بلند عمارت میں رہتا تھا۔

حضرت مولانا کی تاکید تھی کہ تہجد کے بعد ذکر اللہ اتنی بلند آواز سے کیا کرو کہ مجھے آواز پہنچتی رہے۔ حضرت کا مکان مدرسہ کے قریب ہی تھا۔ حضرت مولانا فجر کی سنتیں گھر پڑھ کر جماعت فجر

سے پندرہ بیس منٹ پہلے مدرسہ میں تشریف لاتے اور اپنے حجرہ کی دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ جاتے۔ خدام حاضرِ خدمت ہو جاتے اس وقت مولانا کی توجہ خدام کے حال پر بہت زیادہ ہوتی تھی۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دل کو دبا لیا ہے کہ ادھر ادھر توجہ نہ ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ رہوں۔

بہ بھی بارہا کا مشاہدہ تھا کہ حضرت نے جب کسی خادم کو یاد کیا وہ مضطر ہو کر جلد حاضرِ خدمت ہو جاتا تھا۔ بعض دفعہ میں اسنے بالائی حجرہ میں مشغولِ ذکر ہوتا تو دفعتہً مولانا کی طرف دل کو کشش ہوتی، نیچے اتر کر آتا تو دیکھتا مولانا ٹہل رہے ہیں۔ میں پوچھتا کیا مجھ سے فرمانا ہے؟ تو فرماتے:۔

"ہاں اپلنگ پر بستر بچھا دو۔ ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں"

میں فوراً بستر بچھاتا اور حضرت کے پیر دبانے لگتا۔ کبھی کسی اور کام کے لیے اشارہ فرماتے۔ عرض کہ حضرت مولانا کو میرے حال پر بہت توجہ تھی۔ ایک مرتبہ فرمایا:۔

"ماشاء اللہ مولوی ظفر کا ذکر نفی و اثبات کامل ہو گیا ہے"

اسی زمانہ میں ایک خط میں اپنے باطنی حالات حضرت کو

لکھے تھے تو اس میں ایک نظم لکھی تھی جس کا ایک شعر یاد ہے ؎

بیا بیا و تماشائے خوشش نظارہ کن

چہ گل شگفتہ بدل از نسیم کوئے خلیل

اس وقت قلب کی عجیب حالت تھی۔ میری زبان میں روانی نہیں تھی۔ طلبہ کے سامنے تو تقریر کر لیا کرتا تھا مگر مجمع عوام میں بیان کرنا مشکل تھا۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے۔ مجھے بھی ہمراہ لے لیا۔ صوفی محمد علی گلاؤٹھی والے اور صوفی محمود حسن سہارنپوری بھی ہمراہ تھے جلسہ صبح کو ۸ بجے شروع ہونے والا تھا مگر مولانا کو نذر علی صاحب محدث رامپور کے آنے میں دیر ہو گئی۔ ان ہی کا بیان ہونے والا تھا۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو مہتمم مدرسہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ مجمع کافی جمع ہو گیا ہے اور مقرر صاحب کے آنے میں بہت دیر ہو گئی۔ حضرت خود بیان فرمائیں یا اپنے کسی خادم کو بیان کا حکم دے دیں۔ حضرت نے مجھے حکم دیا کہ:

"مولوی ظفر! جاؤ بیان کرو"

یہ میرا پہلا وعظ مجمع عام میں تھا۔ اب اس کو حضرت کی کرامت

کہہ لیجئے یا تصرف باطن کہ میں نے ایک گھنٹہ مسلسل بیان کیا درمیان میں ذرا رکاوٹ نہ ہوئی۔ موضوع اعجاز القرآن تھا۔ بیان میں کچھ ایسا سماں بندھا کہ میں بھی بے خود تھا اور صوفی محمد علی تو روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ وعظ کے بعد وہ مجھ سے لپٹ گئے اور حضرت سے عرض کیا کہ:

"میں نے تو آج ہی ان کا بیان سنا ہے۔ ماشاء اللہ بڑی تاثیر ہے۔"

حضرت نے فرمایا کہ:

"اپنے ماموں کا بھانجا ہے۔ ان ہی کا رنگ ہے۔"

ایک مرتبہ رڑکی ضلع سہارنپور کی چھاؤنی میں حضرت کو بلایا گیا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں لوگوں نے جمعہ کے بعد بیان کی درخواست کی۔ حضرت نے یہاں بھی مجھے حکم دیا۔ اس زمانہ میں رنگون کے لیے ہر طرف چندہ ہو رہا تھا۔ میں نے اسی موضوع پر تقریر کی اور مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ بعد وعظ کے حضرت نے فرمایا کہ:

"موقع محل دیکھ کر تقریر کیا کرو۔ یہ انگریزوں کی چھاؤنی ہے۔ یہاں جہاد کی تقریر کو وہ اپنے خلاف

بغاوت پر محمول کریں گے۔"

اب تو طبیعت وعظ و تقریر میں کھلنے لگی۔ بعض دفعہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے جلسہ میں بھی حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے بیان سے پہلے مجھے تقریر کا حکم دیا جاتا تھا جبکہ حضرت کی تشریف آوری میں دیر ہوتی تھی۔

ایک دفعہ مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے جلسۂ سالانہ میں مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی مدعو تھے اور مجھے بھی بلایا گیا تھا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب نے اپنا خواب بیان کیا کہ "حضرت حکیم الامت تشریف لائیں گے۔" میں پہنچ گیا تو فرمایا کہ:

"تمہارا آنا حکیم الامت کا تشریف لانا ہے۔ میں نے حضرت کی آمد خواب میں دیکھی تھی۔ اس کی تعبیر یہ تھی کہ تم تشریف لے آئے۔"

بحمد اللہ مجھے اس کا برابر اہتمام ہے کہ وعظ و تقریر سے پہلے حق تعالیٰ سے اجازت حاصل کر کے یہ عرض کر لیتا ہوں کہ:

"مجھے قول و عمل میں خلوص عطا فرمایا جائے اور مجھے اور سب مسلمانوں کو جو مضمون نافع ہو وہی مجھ سے

بیان کرایا جائے۔ "وما ذلک علی اللہ بعزیز"

میں نے جب ۱۹۴۵ء میں اور اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں

پاکستان کے سلسلہ میں پورے متحدہ ہندوستان کا دورہ کیا ہے

تو بار بار دل میں خطرہ آتا تھا کہ یہ دورہ عنداللہ مقبول ہے یا نہیں

جب میں مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں پہونچا اور وہاں بیان

ہوا تو ایک بڑے بوڑھے میاں جو صورت سے ذاکر شاغل معلوم

ہوتے تھے، وعظ کے بعد روتے ہوئے مجھ سے لپٹ گئے میں

سمجھا کہ شاید یہ حضرت حکیم الامت کے بیعت ہوں گے، حضرت

کو یاد کر کے رو رہے ہیں کہ میں ان کی نشانی ہوں مگر انہوں نے

بیان کیا کہ:

"میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ میں نے رات

خواب میں اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ

کہتے ہوئے دیکھا ہے اور تمہارا نقشہ بالکل حضورؐ کے

مشابہ ہے"

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ الحمدللہ بارگاہ رسالت میں

میرا یہ دورہ مقبول ہے۔

جب میں اس دورہ سے فارغ ہو کر سہارنپور پہونچا اور وہاں

سے دیوبند کا ارادہ کر رہا تھا کہ میرے پھوپی زاد بھائی سید محمد محتشم مرحوم مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے میرے پاس سہارنپور آ گئے۔ سید محمد محتشم مرحوم نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں میرے لیے بشارت تھی۔ مولانا نے فرمایا کہ:۔

سہارنپور جاکر یہ بشارت ان کو سنا دو، شاید وہ سہارنپور سے تھانہ بھون چلے جائیں پھر دیوبند آئیں"

سید محتشم مرحوم نے خواب میں دیکھا تھا کہ:۔

"ان کے موضع نصرت پور میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے اور مخلوق وہاں زیارت کو جا رہی ہے۔ میں بھی قبر شریف پر حاضر ہوا اور درود شریف پڑھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ قبر کے پاس سے دو چشمے شہد کے بہہ رہے ہیں۔ میں درود شریف پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر میں قبر شریف کھل گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ میں نے دست بوسی کی اور لوگ بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل آپ کی صورت میں تھے"

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فرمایا کہ:۔

"اس وقت مولوی ظفر احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں کہ پاکستان بننے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہش ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی صورت میں نمودار ہوئے اور نعمت، پور سے مراد یہ ہے کہ آپ کو بھرپور نعمت ملے گی یا مل رہی ہے اور آپ کے ذریعہ سے دین کی حلاوت کے چشمے بہہ رہے ہیں۔" (یہ تعبیر مولانا شبیر احمد صاحب نے دی یا میں نے دی، اس میں شک ہے)

میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کے فیض باطنی کو بیان کر رہا تھا۔ درمیان میں یہ ذکر بھی آگیا۔ میرے استاد مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میرے خوابوں پر بڑا اعتقاد تھا۔ اس سلسلہ میں چند اور خوابوں کا ذکر آگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکتیں مجھے نصیب فرمائیں۔ آمین

میری تربیت میں حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کو بھی بڑا دخل ہے مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مولانا بعض دفعہ بالائی حجرہ میں میرے ساتھ مل کر ذکر

اسم ذات دو ضربی اللہ اللہ دیر تک کہا کرتے تھے۔ اس کی حلاوت آج تک مجھے یاد ہے۔

شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ فرمایا اور غالباً ہجرت کی نیت تھی کیونکہ مولانا شاہ محب الدین صاحب مکی کا خط آگیا تھا کہ آپ کا وقت قریب ہے۔ مدینہ میں مرنا چاہتے ہو تو جلدی آجاؤ۔ مولانا شاہ محب الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہٗ کے خلفاء میں صاحب کشف مشہور تھے ، ان کا خط آنے پر مولانا نے سفر حج کا ، پھر وہاں سے مدینہ کا قصد فرما لیا۔

اس زمانہ میں احقر نے اپنے ماموں حضرت حکیم الامتؒ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت کی طرف رجوع کرنے کے بعد جو حالات پیش آئے۔ وہ خط و کتابت کی صورت میں منضبط ہو گئے۔ کیونکہ حضرت کے یہاں ذاکرین شاغلین کی خط و کتابت تربیت السالک میں محفوظ کر لی جاتی تھی۔

حضرت حکیم الامت نے میرے خطوط کو مستقل رسالہ بنا کر "انوار النظر فی آثار الظفر" کے نام سے موسوم بھی کر دیا۔ ان

خطوط میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت حکیم الامت رحمہُ اللہ نے مجھے سلسلۂ چشتیہ میں اجازت (اور خلافت) سے بھی نوازا ہے۔

اس وقت تک حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سفر حرمین سے واپس نہ ہوئے تھے۔ میں حسب معمول شوال ۱۳۳۴ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں اپنی جگہ پر حاضر ہوا، تو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مبارکباد دی کہ مولوی ظفر! مبارک ہو کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی طرف سے اجازت اور خلافت سے نواز دیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ :-

"پوری مبارک باد تو جب ہو گی کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی اس کی تصدیق فرما دیں"

فرمایا :-

"وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تصدیق فرما دیں گے اور تمہارا شیخ تو میں بھی ہوں۔ میں تم کو اپنی طرف سے اجازت و خلافت دیتا ہوں"

میں نے عرض کیا:

"واقعی آپ بھی میرے شیخ ہیں۔ آپ کی طرف سے اجازت و خلافت بھی میرے لیے بڑی نعمت ہے، جس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔"

افسوس کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب جلد ہی ہیضہ میں مبتلا ہو گئے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے بمبئی پہونچنے کا تار اس وقت آیا، جبکہ مولانا عالم آخرت کو تشریف لے جا چکے تھے اور جنازہ تیار تھا۔

مولانا نے اس رات میں جس کی صبح کو اشراق کے وقت آپ کا انتقال ہونے والا تھا، بڑی تاکید سے مجھے اپنے مکان پر سونے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں مولانا ہی کے قریب رات بھر رہا۔ آخری وقت میں بھی سامنے ہی حاضر تھا۔ سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا اور مولانا کے قلب کی طرف متوجہ تھا۔

مولانا نے مرید بہت کم کیے۔ ایک مسماۃ ہاجرہ خاتون کاندھلہ میں آپ سے بیعت تھیں اور بڑی صاحبۂ احوال تھیں۔ انھوں نے مولانا کو انتقال کے بعد عالم واقعہ میں دیکھا تو شکایت کی کہ:

"آپ نے آخری نظر مولوی ظفر پر ڈالی، مجھ پر

نہ ڈالی۔"

فرمایا:۔

"یہ میرے اختیار کی بات نہ تھی۔" (سمعتہ من مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مکہ سے واپس بمبئی پہنچے تو حکومت کی طرف سے نینی تال طلب کر لیے گئے۔ ہفتہ عشرہ کے بعد سہارنپور واپس آئے تو حضرت حکیم الامت نے مجھ سے فرمایا کہ:۔

"جن خطوط میں تم کو میں نے سلسلہ چشتیہ میں اجازت دی ہے۔ وہ حضرت مولانا کے سامنے پیش کر دینا۔ امید ہے حضرت بھی موافقت فرمائیں گے۔"

بندہ نے وہ سب خطوط پیش خدمت کر دیے تو فرمایا:۔

"ابھی اس اجازت کو قبل از وقت سمجھو اور برابر کام میں لگے رہو۔"

ایک سال کے بعد جب میں گڑھی پختہ سے سہارنپور حاضر ہوا (اس وقت میں نے مدرسہ مظاہر علوم سے ایک سال کی رخصت لے کر مدرسہ ارشاد العلوم گڑھی پختہ میں قیام کر لیا تھا۔

دیہات کی آب و ہوا میں کچھ دن رہنے کی ضرورت تھی۔ حضرت سے اپنے حالات عرض کیے اور اسی درمیان میں اپنی نا اہلی پر رونے لگا تو حضرت نے فرمایا:-

"تم اپنے کو محروم نہ سمجھو۔ الحمد للہ نسبت باطنہ حاصل ہے۔"

میں نے عرض کیا کہ:-

"ایک سال پہلے تو آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی اجازت کو قبل از وقت سمجھو۔"

فرمایا:-

"میں اس وقت سفرِ حجاز سے آیا تھا۔ تمہارے حالات میں غور کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اب میں نے غور کر لیا ہے۔ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے نسبتِ باطنہ سے نواز دیا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی اجازت کو صحیح سمجھو۔ اللہ تعالیٰ مزید برکت اور ترقی عطا فرمائیں۔"

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، ورنہ واللہ میں اس

قابل نہ تھا۔

جو کچھ کہ ہوا، ہوا کرم سے تیرے

جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا،

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی بشارت کو پورا فرمائیں وما

ذالک علی اللہ بعزیز۔

اب وہ خط وکتابت درج کی جاتی ہے جس کا نام حضرت حکیم الامتؒ نے "انوار النظر فی آثار الظفر" تجویز فرمایا ہے۔ میں نے اپنی ساری سوانح کو یہی نام دے دیا ہے جو دو حصوں میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کی برکت سے اس ناکارہ کو باکار بنائیں اور آخرت میں ان حضرات کی معیت و رفاقت سے نوازیں۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

انوار النظر
فی
آثار الظفر

آثار غلبہ توحید و فنا و عبدیت و تمکین بعد التلوین و فرق ما بین نسبت و ملکہ یادداشت وغیرہ

چونکہ یہ ایک ہی ذاکر کے خطوط تھے اور ان میں بعض مضامین اہم اور نافع تھے۔ لہٰذا ان کو سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے اور ان کا ایک مستقل نام بھی رکھ دیا گیا۔

خطِ اوّل[1]

خال و سیدی، سندی، مولائی، مستندی، غیاث الطالبین،
عون المسترشدین، لازالت سحب الطافکم علینا ماطرۃ، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

گذارش خدمت سراپا خیر و برکت میں یہ ہے کہ آج کل بہ برکت صحبتِ حضرت والا، الحمد للہ اس احقر پہ لقاء اللہ کا اشتیاق بہت غالب رہتا ہے۔ کسی چیز کو دیکھ کر جی خوش نہیں ہوتا کہ جب تک دیدارِ حق نصیب نہ ہو۔ لاکھ چیزیں دیکھ بھی لیں تو کیا؟

بعض مرتبہ قلب کو یہ بے چینی ہوتی ہے کہ اگر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہٗ ہم سے بعید ہوتے تو اس قدر اضطراب نہ ہوتا۔ افسوس تو یہ ہے کہ وہ قریب ہیں اور دور میں ہی ہوں اور اس وقت اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

واشد ما یلقی المحب من الھوی
قرب الحبیب وما الیہ وصول

---

[1] یہ خطوط تبویب تربیت السالک کے ص۱۹۰ سے ص۲۱۲ تک تو مسلسل درج ہیں اس کے بعد جس صفحہ سے نقل کیے گئے ہیں۔ اس کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ ۱۲۰ ظ

ہر وقت ایک دھن لگی رہتی ہے (اللہم زد فزد) کہ لقاء رب کا کونسا وقت ہوگا؟ بعض دفعہ یہ بدن نظر میں خانہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ قید نہ ہوتی تو روح مجرد ہو کر لقاء رب تعالیٰ حاصل کرتا پھر رضاء اللہ تعالیٰ پر راضی ہوتا ہوں کہ جب تک یہ قید مقدر کر رکھی ہے، بسر وچشم منظور ہے مگر اس قید سے رہا ہو کر خدا کرے میں محجوبین میں سے نہ ہوں۔ استغفر اللہ واعوذ باللہ من ذلک اس خطرہ سے زیادہ مجھے کوئی خطرہ نہیں کہ کہیں خدانخواستہ بعد موت کے حجاب نہ ہو جائے۔

تحقیق: یہ خطرہ عین ایمان ہے اور یہی بشارت ہے عدم حجاب کی۔ قال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَیْبِ لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ کَبِیْرٌ۔

حال: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ لَذَّۃَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ وَ شَوْقًا اِلٰی لِقَآئِکَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تَصُدَّ عَنِّیْ وَجْھَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

تحقیق: آمین۔

حال: حضرت میرے لیے دعائے استقامت واستدامت علی حب اللہ تعالیٰ وعلی اطاعتہٖ فرمائیں۔

تحقیق : بدل و جان۔

حال ، اور میرے حال زار پر توجہ فرمائیں۔

تحقیق : بلا درخواست ہی (توجہ) ہے۔

حال : میں کچھ نہیں ، واللہ کسی لائق نہیں ، لیکن خدا کا شکر ہے ،

کہ اول آستانۂ خلیل پھر اس آستانہ کی جبہ سائی نصیب ہوئی۔

تحقیق : بفضلہ تعالیٰ وہاں استعداد قریب اور یہاں اس کا ظہور

ہوا فذلک کدورۃ الصدیق و ھذا کدورۃ الفاروق

وللاول فضل ظاھر علی الثانی وما من اللہ تعالیٰ باداء الامانۃ

یعنی اعطاء کل ذی حق حقہ فیقدم المقدم ویؤخر المؤخر

والکل واحدٌ۔

حال : اپنے حال زبوں سے روتا ہوں تو اس سے کسی قدر خوش

بھی ہوتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے واصلین سے وابستہ کر رکھا ہے

والحمد للہ علی ذٰلک۔ ایک دن ان کی برکت سے مجھے بھی وصول

ولقاء اللہ حاصل ہو جائے ؎

بود موری ہوسے داشت کہ در مکہ رسد

پائے بر دست کبوتر زد و ناگاہ رسید

اے خسروِ خوباں نظرے سوئے گدا کن
رحمے بمنِ سوختۂ بے سر و پا کن!

آج کل ذکر میں تصورِ نور وغیرہ مجھ سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اس سے طبیعت الجھتی ہے صرف تصورِ ذاتِ بسیط کرتا ہوں۔

تحقیق: الحمد للہ یہ عین مذاق حضرت مرشدؒ ہے اور یہی بالکل میرا وجدان ہے۔

حال: اس کے بعد خود بخود بلا تصور قلب میں ایک سفید روشنی محیط سی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: وہ مذاق اس کو بھی مغلوب کر دے گا۔

حال: بعد سحری کے قدرے گرانی معلوم ہوتی ہے تو آج کل ذکرِ نفی و اثبات کا وقت بعد مغرب قبل از طعام مقرر کر لیا ہے مگر مجھ میں تلون بہت ہے۔ اب رمضان میں وقت ذکر کا قدرے منضبط ہے مگر شوال میں کارِ تعلیم میں مشغول ہو کر دیکھیے پھر کیا ہو؟ اور جو خدانخواستہ کوئی بیماری ہو جاتی ہے پھر تو کوئی انضباط ہی نہیں رہتا۔

تحقیق: کچھ فکر نہ کریں۔ یوں ہی کیے جائیں، محرومی نہ ہوگی ۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

تا دمِ آخر دمِ آخر بود
کہ عنایت با تو صاحب سر بود

دوست دارد دوست ایں آشفتگی
کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

حال: پہلے مجھے حضرت شیخ کے ساتھ اور کچھ عرصہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غلبہ محبت رہا۔ حضرت شیخ کی صورت دیکھ کر تاب نہ رہتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے کر رو دیا کرتا اور درود شریف کا بہت خیال رہتا تھا۔ اب تو صرف تصور ذات بسیط میں دل لگتا ہے۔ دل میں اسی کی دھن ہے۔ سب محبتیں مغلوب معلوم ہوتی ہیں۔

تحقیق: مبارک ہو یہی ہے غلبۂ توحید۔ یہی ہے غلبۂ تنزیہ اور یہ غلبہ ظاہراً تو ان پہلی محبتوں کا ضعیف کرنے والا ہے۔ لیکن درحقیقت ان محبتوں کا بھی قوی کرنے والا ہے۔

چنانچہ مواقع امتحان میں اس کا امتحان ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ وہی محبتیں تو موصل ہوئیں اس دولت کی

طرف، اور ظاہر ہے کہ مقصود جتنا عظیم ہوگا۔ اس کے وسائل کی بھی اسی قدر وقعت ہوگی۔ البتہ خود مقصود کے مقابلہ میں وسائل مغلوب ہوں گے۔ پس مقصود کے اعتبار سے تو ضعیف اور وسائل کے تعلقِ سابق کے اعتبار سے اب کا تعلق بھی قوی۔

حال: زیادہ عرض کیا کروں، دل بے چین ہے۔ وصال حق کی صورت نظر نہیں آتی۔

تحقیق: اگر تشبیہ کا غلبہ ہوتا تو اسی وقت وصال کا اعتقاد اور حال ہوتا گو وصال عریاں نہ سہی، اور یہ حالت ناقص ہوتی۔ وصال نظر نہ آنا علامت ہے غلبۂ تنزیہ کی جو مشرب و مسلک ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کا اور ابلغ فی القرب ہے۔

پس یہ عدم وصال ہی معنی وصال ہے۔ پس اس معنی کی جو صورت ہوگی وہ نہایۃ الوصال ہے گو تاجل نہیں آجل ہے، مگر کامل ہے اور اہل تشبیہ کا وصال جو نقد ہے وہ مشابہ وصال ہے۔ وصال نہیں اور جو آجل ہوگا وہ ایسا کامل نہ ہوگا۔ پس یہ حق تعالیٰ کی تمام نعمت ہے۔

خطِ دوم

حال: حضرت اقدس سیدی، سندی، مولائی، مستندی، غیاث الطالبین وعون المسترشدین، ہادی الضالین، قطب الواصلین لازالت سجار کرمکم زاخرۃ وشابیب فضلکم علی ماطرۃ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ سامی بجواب عریضہ احقر صادر ہوا جس کے پڑھنے سے بے اختیار بکا طاری ہوا۔ نہ معلوم اس کے حرف حرف میں کیسی آگ بھری تھی کہ دل کو ادر بھڑکا دیا اور پہلے شوق میں اور زیادتی ہوگئی۔ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے

تحقیق: بارک اللہ فی استعدادکم فان القابل اذا کان کاملا فی قابلیتہ یتاثر من کل فاعل ولو لم یکن کاملا فی فاعلیتہ لکن اللائق بالقابل ان یعتقد الکمال فی الفاعل فانہ ینفعہ ھذا الاعتقاد

حال: کل ذکر کرتے وقت صاف یہ معلوم ہو رہا تھا کہ غالباً آجکل حضرت کے قلب میں کوئی نئی بات پیدا ہو رہی ہے جس کا اثر بوجہ ضبط کامل کے حضرت پر ظاہر نہیں ہوتا اور احقر پر اس کا اثر پڑ رہا ہے کہ دل لقاء اللہ کے اشتیاق میں بے چین ہے

تحقیق : ماشاء اللہ نہایت صحیح ادراک ہے مجمل عنوان اس حالت کا مشاہدہ عجز و ضعف و غلبۂ انکسار و افتقار و فنا دعوئے حالاً ہے جو اسباب و نیز آثار ہیں عبدیت کے لیکن مفصل حقیقت و حکمت اس کی بہت نازک ہے کہ ہر شخص اس کے سمجھنے بلکہ سننے کے بھی قابل نہیں تم کو اپنا محرم سمجھ کر تم سے خود کہنے کو تھا مگر بعد رمضان۔ لیکن چونکہ تمہارے قلب کو بوجہ کمال تناسب اس کا ادراک منجانب اللہ ہو گیا۔ اس لئے اب جلدی ہی کہہ دوں گا۔

اگر تم سے بھی احتمال غلط فہمی کا ہوتا تو تم سے بھی نہ کہتا مگر ایسا احتمال نہیں بلکہ اس نازک حالت میں جو بعض غوائل محتملہ ہیں تم سے ظاہر کرنے میں ان کا ارتفاع بھی متوقع ہے کہ تم اس ارتفاع کا واسطہ بن سکتے ہو۔ فانتم فیہ مفتاح الخیر۔

حال : آج کل حضرت کے قلب سے میرے قلب کی طرف فیضان ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے اور ذکر کے وقت اس کا ظہور زیادہ ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز حضرت کے قلب سے میرے قلب کی طرف آ رہی ہے۔

تحقیق : وہی حالت مذکورہ ہے مگر بہ تبدل لون حسب اختلاف المحال والاحوال۔

حال : حق تعالیٰ شانہٗ حضرت والا کو بہت بہت

جزائے خیر عطا فرمائیں کہ اس بے چینی کے وقت دستگیری فرما رہے ہیں۔ ورنہ نہ معلوم میرا کیا حال ہوتا۔ الحمد للہ وصال حق کے لیے دل میں بے چینی اور اشتیاق تو ہے مگر تقاضا اور عجلت کا مضمون نہیں۔

تحقیق: یہ برکت ہے اپنے اکابر کی تمکین کی۔ قال الشیخ عبدالحق الردولوی شیخ مشائخنا منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد وایں جوانمرداند کہ دریاہا فرو برند و آروغے نزنند۔ النور صفحہ ۲۴۹

حال: اگر حضرتِ حق کو اسی بے چینی میں رکھنا منظور ہو تو بسر و چشم منظور ہے۔ راضی ہوں۔ رضا کا طالب ہوں اور اگر باب وصال مفتوح ہو جائے تو زہے قسمت۔ وہ تو اصلی حالت ہے جس کی طرف فطرتاً دل کو میلان ہے کیونکہ پہلے تو وصال ہی وصال تھا۔ فراق کا نام نہ تھا۔ یہ فراق بعد میں طاری ہوا دیکھئے اس فراق کے بعد پھر وہ دولت وصال و نعمتِ حضور نصیب میں ہے یا نہیں ؎

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا؟
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

تحقیق: گویہ حال خاصہ جس کا منشا ہے۔ غلبہ رضا فی نفسہ عالی

ہے۔ مگر بعد انضمام اقتدار اس لون سے اکمل دوسرا لون ہے ۔

اگر بخشیں زہے یاری نہ بخشیں تو کروں زاری
کہ اس بندہ کی کیوں خواری مزاج یار میں آئی

جمال، ثم اقول بقلب کئیب وصوت حزین ۔

تری ھل یعود الشمل بعد لفرق
مشتت قلب المستھام طویل
نیالیت امی لم تلدنی اد انی
شفیت بینبوع الوصال غلیلی

تحقیق، یا من حسن الظن بالله ھکذا ۔

اذ الیٰ یعود الشمل بعد تفرق
مشتت قلب المستھام طویل
فبادر امی ولدتنی لاننی
سا شفی بینبوع الوصال غلیلی

جمال، اس وقت بجز ذکر و تلاوت قرآن کسی چیز کو جی نہیں چاہتا
نہ کتابت کو نہ اختلاط، البتہ اس کو بار بار شاد ہو بجا لاؤں۔
تحقیق، میں نے خود اس کو پسند رکھا ہے۔ گو عمل کی ہمت نہ ہو۔
تم کو اس کے خلاف کیا بتاؤں ؟

حال: ایک بات قابلِ عرض یہ ہے کہ جن حالات پر حضرت کوئی بشارت تحریر فرماتے ہیں۔ ان کے اظہار و نقل فی کتاب التربیت سے قلب میں ندامت طاری ہوتی ہے اور شرم آتی ہے کہ کس منہ سے اس کو ظاہر کروں۔ ہائے میں تو کسی لائق بھی نہیں۔ واللہ کچھ نہیں یہ حضرت کے کلمات بشارت۔ سچ یہ ہے کہ محض فضلِ خداوندی ہے اور حضرت کی برکت ورنہ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل؟

نسیمِ صبح، تیری مہربانی،

جی یوں چاہتا ہے کہ میری بلا اطلاع .... صاحب نقل فرما دیا کریں۔ ان سے اس قدر حجاب نہیں آتا۔

تحقیق: ہے تو بہت بہتر مگر وہ ذرا سست ہیں لیکن تاکید کر کے نقل کرا لیا کروں گا۔ جو جو تحریریں نقل نہ ہوئی ہوں، مجھ کو دے دو میں ان کو نقل کے لیے دے دوں۔ رمضان ۴۷ھ

خطِ سوم

حال: اس وقت دوپہر کو بین النوم والیقظہ یہ معاملہ دیکھا کہ میں نے حضرت والا کو اپنا کچھ حال لکھ کر دیا ہے جس میں حضرت نے سب باتوں کا

جواب تو عطا فرمایا۔ ایک بات کچھ صاف لکھی ہوئی نہ تھی۔ حضرت اس کا مطلب مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں۔ اس وقت میں ایک پل پر کھڑا معلوم ہوتا ہوں اور حضرت کے سامنے اس بات کا مطلب عرض کر رہا ہوں کہ :-

"پہلے تو کچھ راستہ نظر بھی آتا تھا۔ اب تو میری ایسی حالت ہے کہ میں اپنے کو کافروں سے بدتر پاتا ہوں"

اس وقت میرے بدن پر بہت سخت رعشہ طاری تھا اور بے تابی کی حالت میں یہ الفاظ کہہ رہا تھا کہ :-

"مجھے تو قرآن پڑھتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ حدیث سے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ سب میں کفار کی مذمت و وعید ہے اور میں ان سے بھی بدتر ہوں"

تحقیق یہ غلبہ ہے عبدیت و فنا کا اور ظہور ہے اس سے پہلے واقعہ کا کہ یہ معلوم ہوا تھا کہ احقر کے قلب میں کوئی کیفیت ہے اور وہ اُن عزیز کی طرف منتقل ہو رہی ہے اور جواب میں اس کیفیت کی ہی تعیین کی گئی تھی (ملاحظہ رسالہ النور ماہ جمادی الاخری ۱۳۶ھ عدد سطر ۱۲۔ کل ذکر کے وقت صاف یہ معلوم ہو رہا تھا۔ الی آخر جوابہ

مدیر۔)

حال اس کے بعد میں نے ایک ہندو کے لڑکے سے جو بہت ہی ذرا سا بچہ تھا کہا "وہ کتاب لے آؤ جس میں حالات نقل ہوتے ہیں" وہ لڑکا گیا اور بوجہ کتاب کے ثقیل ہونے کے روتا ہوا اس کو لایا ہے اور حالانکہ اس وقت میں اس کے قریب آگیا مگر اس نے وہ کتاب اسی پل کے قریب پہونچائی۔ اس وقت میں نے بڑے زور سے چیخ ماری کہ اس بچہ نے ایک ہندو کے کہنے سے اپنی ہمت سے زیادہ کام کیا اور ہم نے خدا و رسول کے احکام سہلہ کو بھی نہ پورا کیا اور سب عہد و میثاق بھول گئے۔

تحقیق ہندو کے لڑکے کو اس حالت میں دیکھنا غالباً بشارت ہے غلبۂ اسلام کی اور اپنے کو اس حالت میں دیکھنا وہی فنا اور عبدیت ہے۔

حال اس کے بعد کسی نے کہا، اس کو زیارت کراؤ۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی، اس کو زیارت کراؤ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی، اس کو زیارت کراؤ حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ اسماء مبارکہ بالترتیب لیے گئے اور بالترتیب جلدی جلدی ان سب حضرات کی زیارت نصیب ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ عجلت اس قدر ہوئی کہ حسرت ہی رہی

کہ کاش حضور سے زیادہ دیر تک شرفِ زیارت حاصل ہوتا
تحقیق یہ زیارت اشارہ ہے سب حضرات کے مقامات کے حصول کی طرف اور جلدی جلدی ہونا اشارہ ہے اس حصول میں توقف نہ ہونے کی طرف (مبارک ہو)

حال زیارت کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس احقر کے پاس تشریف لائے اور دیر تک منظوم اشعار میں حضرت والا کی مدح فرماتے رہے اور عجیب بات یہ کہ اول تعریف شیخ کامل اور رہبر طریق ہونے کی فرمائی اور پھر حلیہ اور شمائل تک کی تعریف فرمائی۔
تحقیق چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور احیاء سنت حکماً شہادت ہے جو اس وقت وقوع میں آیا نیز شہادت سے قبل مجاہدہ ہوتا ہے اور اس وقت کے واقعات سب مجاہدات ہیں اس سبب سے غالباً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روحِ طیبہ سے کچھ مناسبت و قرب زیادہ ہو گیا ہو عجب نہیں اور رہبر طریق ہونے کے متعلق فرمانا شاید اس لیے ہو کہ اہلِ اعتراض کی باتوں سے کچھ شبہ نہ پڑ جائے

حال اس کے بعد میرے کان میں ایک بات فرمائی جو گویا خاص طور پر نصیحت تھی کہ گنگوہ والے پیر جی کی باتوں پر نہ جانا۔ ان لوگوں

کو نہ کشتی کا پتہ ہے نہ دریا کا اور تم بحرِ فنا میں بدون کشتی کے تیرتے جا رہے ہو

تحقیق غالباً ان باتوں سے مراد وہی حکایات و شکایات ہیں جن سے طبعاً گھبری کا احتمال ہو سکتا تھا اور اس میں تسلی کر دی گئی اور کشتی سے مراد وسائط موافقہ عرفیہ ہیں اور یہاں یہ مرحلہ طے ہوا ہے وسائط مخالفۂ عرفیہ سے اس لیے بدون کشتی فرمایا گیا۔

حال اس وقت دریائے فنا عجیب وسعت کے ساتھ مشاہدہ ہوا اور میں نے اپنے آپ کو اس میں سکون و اطمینان کے ساتھ تیرتا ہوا دیکھا۔

تحقیق مبارک ہو۔

حال اس دریا کے چاروں طرف نیلگوں ابر سا محیط معلوم ہوا اور عجیب ٹھنڈک دل میں محسوس ہوئی۔

تحقیق یہ سکینہ ہے جو قلب میں نازل ہوتا ہے۔ نیلگوں رنگ طبعاً نظر کو فرحت بخشتا ہے۔ یہ اشارہ اس سکینہ کے موجبِ فرح ہونے کی طرف اور بشکل ابر دیکھنا اشارہ ہے اس کے محیط ہونے کی طرف اور ٹھنڈک اس کا اثر ظاہر ہے۔

خطِ چہارم

حال مات نوافل میں حضرت والا کے پیچھے چوتھی رکعت کے قعدہ

میں کچھ غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ اس حالت میں ایک رقیق ابر محیط معلوم ہوا اور اس میں سے بارش کے قطرے میرے اوپر گرے جن سے گھبرا کر میں نے آنکھیں کھول دیں کہ شاید بارش آگئی مگر جب سلام کے بعد آسمان کو دیکھا تو بالکل صاف تھا، بادل کا نام بھی نہ تھا۔

تحقیق سکینہ غیبی تھا۔

غیب را ابرے و آبے دیگر ست

آسمانے آفتابے دیگر ست

حال آج کل وہ بے چینی اور بیتابی جو پہلے تھی، نہیں رہی۔ سکون کے ساتھ حب الٰہی دل میں بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق مبارک ہو زادہ اللہ تعالیٰ۔

حال پھنسی کی تکلیف میں ایک لطف اور حظ آتا ہے۔ سچ ہے ؎

درد از یار ست و درماں نیز ہم

دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

تحقیق یہ دلیل ہے بفضلہٖ تعالیٰ حب الٰہی کی۔ ع

از محبت تلخہا شیریں بود!

خط پنجم

حال آج رات نماز و ذکر میں قلب کو بے حد سرور حاصل ہوا جس کا اثر اب تک بہت موجود ہے۔ توجہ الی اللہ خاص طور پر رات بہت زیادہ تھی۔

تحقیق مبارک ہو۔

حال حالت غنودگی میں ابر محیط کا منظر معلوم ہوتا تھا، کیا یہ انوار شب قدر کے تھے یا کوئی اتفاقی کیفیت تھی؟ ۲۹، رمضان ۳۴ھ

تحقیق دونوں احتمال ہیں۔ شب کو وجدان ابتدا ہی سے شاہد تھا کہ آج شب قدر ہے۔ اگر شب قدر نہ تھی تو انوار قرآنیہ تھے۔

خط ششم

حال رات بعد مغرب میں ذکر حضرت والا کی مسند کے پاس بیٹھا ہوا کر رہا تھا کہ قلب میں بہت نور معلوم ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ثقیل چیز قلب میں آگئی جو بہت کچھ موجب سرور ہوئی۔ والسلام

تحقیق میرے وجدان میں یہ نسبت تمکین ہے جو بعد تلوین عطا ہوتی ہے۔ مبارک ہو۔

خطِ ہفتم

جناب حضرت اقدس سیدی مولائی، ثقتی و رجائی دامت برکاتہم،

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار
کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

میں حضرت والا کی توجہات کا شکریہ کس زبان سے اور کس قلم سے ادا کروں۔ ع

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

جب سے حضرت والا کی مبارک تحریر صادر ہوئی۔ ایک اطمینان اور سکون کی کیفیت پہلے سے بھی زیادہ ہے اور رغبت الی الطاعات و نفرت من المعاصی قلب میں بہت زیادہ ہے والحمد للہ علی ذالک۔ پرسوں ذکر کے وقت شدید غلبہ کے ساتھ یہ بات قلب میں خود بخود آئی تھی کہ الحمد للہ نسبت قلب میں القاء ہو گئی۔

تحقیق یہ صحیح ہے۔
حال مگر ایک حیرت سی بھی کہ یا اللہ کیا یہ دولت اس طرح بے گمان مجھ جیسے نالائق کو بھی حاصل ہو سکتی ہے ؟ یہ خیال بار بار عود کرتا اور میں اس کو بار بار دفع کرتا۔ ع

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا؟

بارے حضرت سے عرض کیا اور حضرت کے وجدان نے بھی اس خیال کی تصدیق فرمائی۔ حضرت والا! کیا جس وصال کا میں متمنی تھا وہ مجھے نصیب ہو گیا؟
تحقیق ہاں۔ آگے اللہ تعالےٰ اس کے درجات غیر متناہیہ میں ترقی فرما دے۔
حال اتنا اثر تو پاتا ہوں کہ دل میں سکون اور چین ہے۔ بیتابی اور بے چینی نہیں۔ اس سے زیادہ یہ کہ قلب میں ایک نئی چیز پاتا ہوں جو پہلے نہ تھی۔ حضرت والا! کیا اسی کا نام نسبت ہے؟
تحقیق ہاں! وہ یہی ہے جس کی طلب میں ایک عالم حیران و پریشان ہے۔
حال بس بجز اس کے کہ شکر بجا لاؤں اور اپنے آپ کو محبوب میں فنا کر دوں، کیا کر سکتا ہوں؟

تحقیق یہ بھی کوئی کیا کرے گا۔ یہ بھی وہی کریں گے جن کے لیے تم ایسا کرنا چاہتے ہو۔

حال اس وقت بے ساختہ یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے ؎

مجھ پہ یہ لطف فراواں، میں تو اس قابل نہ تھا
تیری اس رحمت کے قربان، میں تو اس قابل نہ تھا

بہ تہی دست ازل بھی تیرے در سے اے کریم
لے چلا ہے بھر کے داماں میں تو اس قابل نہ تھا

تحقیق خدا کرے، یہی اعتقاد عدم قابلیت مع المقبولیت مستمر رہے۔

حال حضرت والا کی توجہات اس احقر کو تا ابد یاد رہیں گی۔

تحقیق میں کیا اور میری توجہ کیا، یہ سب فضلِ حق ہے۔

حال اور اس کے عوض بجز اس کے کہ اپنی ناچیز جان پیش کر دوں، اور کچھ پاس نہیں پاتا۔ غلام ہوں، فرزند ہوں، پروردۂ نعمت ہوں جب اور جس وقت جو ارشادِ عالی ہو، یہ غلام خدمت عالی میں جان و مال سے حاضر رہے گا۔

تحقیق میں تو ان سب سے بڑھ کر چیز چاہتا ہوں یعنی دعا و سفارش بدرگاہ حق۔

حال مگر حضور والا! اس وقت مجھے پہلے سے زیادہ توجہ کی

ضرورت ہے۔ نسبت کی پختگی اور اس کی مقبولیت بھی برکت شیخ ہی سے ہوگی۔ میرا نہ حصول میں دخل تھا، نہ آئندہ ہوگا۔

تحقیق دعا کرتا ہوں باقی بڑی چیز جو اس کی حافظ ہے ادامت عمل ہے۔

حال حضرت والا کل سے جس وقت سے تحریر سامی صادر ہوئی کہ میرے وجدان میں یہ نسبت تمکین ہے جو بعد تلوین عطا ہوتی ہے مبارک ہو۔ قلب پر ایک خوشی سی ہے یہ مذموم تو نہیں۔

تحقیق قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا میں اسی خوشی کا غود امر ہے۔ عُجب اور چیز ہے جس کی ممانعت ہے وہ تفرح۔

حال عرض کرتا ہوں تو عُجب تو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ واللہ میں اسے محض فضل الٰہی سمجھے ہوئے ہوں۔ اپنی نا قابلیت سے بے خبر نہیں ہوں۔

تحقیق ٹھیک ہے یہی معیار ما بہ الفرق ہے فرح شکر و فرح بطر میں۔

حال واللہ یہ محض توجہ عُلیلی واشرفی فضل رب العالمین ہے فلہ الحمد اولاً و آخراً و اشکرہ شکراً جزیلاً متواتراً وصلی اللہ علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وجزی اللہ عنی سیدی ومرشدی مولانا الخلیل رح وسیدی ومولائی مولانا اشرف علی رح جزاءً کاملاً متواتراً ومتکاثراً فی الدنیا والدین آمین۔

تحقیق الف آمین۔

خطِ ۶ ششتم

حال حضرت اقدس سیدی سندی مولائی مستندی ثقتی ورجائی لازالت شابیب کرمکم علی ماطرۃ آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
بعد تسلیمات بصد تعظیمات گذارش آنکہ الحمد للہ ببرکتِ انفاس قدسیہ آنحضرت احقر کی حالت رو باصلاح ہے آج کل بحمداللہ مجھے کسی طاعت کے لیے قصد وارادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دل میں خود بخود ہر کام کا تقاضا پیدا ہوجاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کوئی تقاضا کرنے والا بیٹھا ہوا ہے۔ ہر کام میں بہت زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ پہلے قرآن کریم کی تلاوت میں اس قدر جی نہ لگتا تھا جس قدر ذکر میں لگتا تھا۔ اب الحمد للہ کہ تلاوت قرآن میں ایک خاص حلاوت پاتا ہوں۔
تحقیق یہ بھی اسی تمکین وانتہا کی علامت ہے۔ اللہ تعالے زیادہ رسوخ عطا فرماوے۔
حال مگر اس کی ساتھ یہ کمی بھی محسوس کرتا ہوں کہ پہلے کسی چیز پر نگاہ پڑتی تو وہ ہیچ اور کالعدم معلوم ہوتی تھی۔ اپنا جسم بھی بعض دفعہ خواب وخیال

معلوم ہوتا تھا اور اپنے وجود کے تصور سے ندامت ہوتی تھی۔ اب یہ حالت اس غلبہ کی ساتھ نہیں پاتا صرف ذوقاً و عقلاً ہر چیز کی فنا و اضمحلال متصور ہوتی ہے وہ حال جو پہلے غالب تھا، اس میں کمی ہو گئی۔

تحقیق چونکہ تمکین کے لیے نزول لازم ہے اور نزول میں بقاء بعد الفنا ہوتا ہے۔ وہ پہلے آثار فنا کے تھے اور یہ آثار بقاء کے ہیں۔ اس لیے ایسا ہونا اس وقت لازم ہے۔ یہ دوسری علامت ہے حصول تمکین کی۔

حال الحمد للہ اخلاق رذیلہ اب اپنے اندر بہت کم پاتا ہوں تکبر و ریار تو گویا بالکل نہیں رہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

تحقیق اللّٰھم بارِکْ۔

حال اس وقت احقر کے لیئے تکثیرِ ذکر زیادہ مناسب ہے یا تکثیرِ تلاوت قرآن یا تکثیرِ نوافل۔ دلبستگی قریب قریب سب میں یکساں ہے اور سہل الحصول ذکر سب میں زیادہ ہے۔

تحقیق غالب ذکر کو رکھو اور تلاوت اور نوافل کا حصہ بھی بقدر مسنون مقرر کر لو۔

حال اس وقت مراقبات کی طرف طبیعت زیادہ راغب معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق تھوڑی دیر یہ بھی سہی۔

حال اب تک مراقبہ پاس انفاس کرتا رہا۔ مگر اب انفاس کی طرف خیال کرتے ہوئے غیرت آتی ہے کہ غیر اللہ کی طرف کیوں توجہ صرف کی جائے۔
تحقیق الحمد للہ یہ خاص میرا ذوق ہے اور میں اس کو آثار غلبۂ توحید سے سمجھتا ہوں۔
حال کوئی مراقبہ حضرت تجویز فرمادیں تو کرلیا کروں۔
تحقیق مراقبہ مع الشغل کا ایک طریق سلطان الاذکار ہے، وہ اچھا ہے اگر طریقہ معلوم نہ ہو، زبانی پوچھ لیں۔
حال ذکر لسانی جس قدر اب تک کرتا رہا۔ اسی قدر آئندہ بھی کیا کروں یا کچھ مقدار میں کمی بیشی کردوں۔ فقط امیدوار توجہات اشرفیہ کمترین غلامان
تحقیق اتنا ہی مناسب ہے۔ کمی کو تو دل قبول نہیں کرتا اور بیشی کا نباہ مشکل ہے۔
حال مدرسہ کا افتتاح ہوگیا ہے اجازت ہو تو آج جانے کا قصد کرلوں۔
تحقیق مبارک ہو۔

خط نہم

حال: کل دوپہر سلطان الاذکار کر کے میں سوگیا تو نیند میں بھی دل کی

عجیب کیفیت رہی قلب اس وقت بھی ذاکر معلوم ہوتا تھا۔ سر درد نشاط کا چونکہ بہت غلبہ تھا۔ اس لیے ایسی نیند آئی کہ مسجد مدرسہ میں جماعت ظہر بھی ہو چکی۔ نیند ہی میں قلب پر یہ آیت وارد ہوئی۔ اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور دوسری مسجد میں جا کر جماعت سے نماز ادا کی اور توبہ و استغفار بھی کیا۔

تحقیق: یہی ہیں وہ کمالات جو سالک و عامل کو نصیب ہوتے ہیں مبارک ہو۔

حال: رات ذکر کے وقت قبلہ کی جانب سے ایک روشنی مثل آفتاب کے چمکتی ہوئی آئی اور قلب میں اور تمام بدن میں سرایت کر کے محیط معلوم ہوئی۔ اس وقت قلب کو بہت ہی فرحت نصیب ہوئی۔

تحقیق: یہ انوار ہیں اعمال و اذکار کے۔

حال: سلطان الاذکار کے وقت نشاط و برودت بہت کچھ محسوس ہوتی ہے اور تصور ذکر قلب و بدن میں بحمد اللہ کامیاب ہو جاتا ہوں۔

تحقیق: الحمد للہ اقامہا اللہ و ادامہا۔

حال: یہ سب کچھ فضلِ حق تعالیٰ و برکت توجہات عالیہ سے ہے۔ زیادہ بجز اپنی نااہلیت کے کیا عرض کروں میں اپنی حالت پر نظر کر کے تو بالکل ہی سے مایوس تھا۔ البتہ فضلِ حق سے بڑی امید تھی جو الحمد للہ پوری

ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور مجھے اپنے خدا سے ابھی بہت کچھ امید رہے۔

وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ ۔

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست

سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

خط نہم

حال: سیدی سندی مولائی مستندی لازالہم بنالک الفیوض الی سائمین دائمین ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل لوہاری کے سفر میں نسبت کو خاص قوت معلوم ہوتی تھی کہ باوجود مشغولی احادیث وقصص کے بحمد اللہ مشغولی عن الحق نہیں ہوئی۔ آج رات کو دل میں سخت تکلیف تھی، نفس میں سستی اور کاہلی پیدا ہوئی کہ تہجد آج نہ پڑھیں۔ آخر سنت ہی تو ہے کہ خواب میں حضرت والا کو دیکھا فرماتے ہیں کہ:۔

"چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ لینا تہجد نہ چھوڑنا!"

خواب میں یہ بات بھی دل میں آئی کہ بیٹھ کر ہی نماز پڑھ لینا بارے

الحمد للہ کہ دو بجے اُٹھ بیٹھا اور تہجد ادا کی۔ بعد نماز صبح ذکر کرتے کرتے سو گیا
اب آنکھ کھلی، خواب میں دیکھا کہ میں حیدر آباد کی ایک مسجد میں معتکف ہوں
اور ایک جماعت نیچیریہ اور مبتدعین کی مسجد میں موجود ہے۔ میں نے
کھڑے ہو کر تقریر کی کہ :-

"ہم لوگ جماعت علماء ہیں۔ ہم مجذوب ہیں۔ ہم کو اپنی یہی
حالت پسند ہے جس میں ہم ہیں۔ ہمیں تمہاری ترقی کی ضرورت
نہیں۔ ہم اپنے طریقہ سے انشاء اللہ کبھی نہ ٹلیں گے۔ تم کو سو
بار غرض ہو۔ ہمارا مسلک اختیار کر لو۔ باقی ہم سے یہ امید نہ رکھو
کہ ہم تمہارے خیالات میں کسی قسم کی تمہاری موافقت کریں گے"

مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس تقریر سے مجمع مرعوب سا ہو گیا۔

تحقیق اسلام علیکم۔ اس سے پہلے پرچہ میں بندہ نے لکھا تھا ؎

سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

کوئے نومیدی مرو کامید ہاست

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دکھلا دیا۔ وہ خورشید ہا اور امید ہا یہی
ہیں اور اور بھی ہوں گے اور خصوصیت کے ساتھ اس خواب میں اس
کی بھی بشارت ہے کہ آئندہ سے انشاء اللہ تعالیٰ کافی وافی ہدایت
کا ظہور ہو گا۔ میرے نزدیک تم اس کے اہل ہو کر تم کو تعلیم و تلقین اور بیعت

لینے کی اجازت دے دی جائے۔ اگر یہ اجازت دینا موہم تصرف فی ملک الاکابر نہ ہوتا میں تو اجازت دے دینا اور زیادہ کیا لکھوں۔

خطِ یازدہم

حال: حضرت اقدس سیدی سندی مولائی مستندی ثقتی و رجائی لازالت
سحب الطافکم علی ما ہم رة آمین ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بعد تسلیمات بعد تعظیمات گذارش خدمت سراپا برکت آنکہ۔ دو
والا نامے بجواب عرائضہ ہائے احقر صادر ہوئے۔ دل کی عجیب کیفیت
ہوئی۔ ندامت و خجالت سے آنسو آ گئے۔ ع

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا؟

ناچیز اور یہ بار امانت خدا کی شان اور اس کا محض فضل و احسان
بس اور کیا عرض کروں۔ میں نہ کچھ تھا، نہ ہوں۔ البتہ ؎

جمال ہم نشیں در من اثر کرد ۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

عجز و انکسار کے ساتھ اس فضل خداوندی کا شکر ادا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ
مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ
لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔

بارہا گفتہ ام و بارِ دگر می گویم!
کہ منِ دل شدہ ایں رہ نہ بخود می پویم

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم

اگرچہ میں کچھ نہیں اور واللہ کسی قابل نہیں مگر الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے مجھے جامع نسبتین (نسبت رشیدیہ خلیلیہ نقشبندیہ) و (نسبت امدادیہ اشرفیہ چشتیہ) بنادیا۔ فللہ الحمد والشکر۔

یک جہاں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند!

امیدوارِ توجہاتِ عالیہ کمترین۔

تحقیق: اس کا جواب بجز ہزاراں ہزار مبارک باد کے کیا ہو سکتا ہے۔ رہا قصہ استخلاف کا جس میں تصرف فی ملک الاذکار کا مجھ کو وہم تھا۔ اب یوں سمجھ میں آیا کہ ایک نسبت کا استخلاف میں نافذ کردوں۔ دوسری نسبت میں تصرف نہ کروں فانہ تہ توکلا علی اللہ وافوض امری والامر الی اللہ

خطِ دوازدہم

حال: حضرت سیدی سندی مولائی مستندی لازالت سحب افضالکم علی ماطرۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج رات عشاء کی نماز کے بعد تسبیحات اور ذکر کرتے کرتے غنودگی آگئی اور سو گیا۔ نیند میں کسی نے تنبیہ کی کہ "سنتیں کیوں مؤخر کیں؟" اس کے بعد میں نے حضرت والا کو خواب میں دیکھا۔ احقر نے عرض کیا کہ:-

"حضرت دیکھ لیجئے۔ میری تو یہ حالت ہے کہ سنتیں چھوڑ کر سو گیا۔ آپ نے مجھے نہ معلوم کس لیے خلافت دے دی میں تو ہرگز اس قابل نہیں۔"

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:-

"میں تو تیری اس حالت کا منتظر تھا کہ تو سنتیں چھوڑے اور تنبیہ کی جائے۔"

اس کے بعد آنکھ کھل گئی اور اُٹھ کر سنتیں اور وتر پڑھے۔

تحقیق: معنی اس کے یہ ہیں کہ میں اس کا منتظر تھا کہ یہ معلوم ہو کہ تم مرید ہو یا مراد ہو اور ایسے مواقع پر متنبہ ہونا اور متروک نہ ہونا علامت

ہے مرادیت کی سے مقصود نمود و ترکِ سنن نہ تھا بلکہ مرادیت کا معلوم ہوتا تھا
گو اس علامت خاصہ سے ہو اور جس طرح یہ تنبیہ علامت ہے مرادیت کی
اسی طرح یہ اس میں بھی موثر ہے کہ آئندہ کو خاص اہتمام کیا جاوے کہ شرائع
میں کوتاہی واقع نہ ہو۔

حال: کل سے بعض حضرات میرے سامنے استخلاف وغیرہ کا تذکرہ کرتے
ہیں تو مجھے بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا مذاق کر رہے ہیں قلب میں بجائے
خوشی کے ایک رنج پیدا ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ ایک کا مذاق اڑانے سے
ان صاحبوں کو کیا نفع ہوتا ہے۔ پھر صبر کرتا ہوں اور کہتا ہوں ؂

اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال

مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

تحقیق: الحمدللہ یہ علامت ہے عدم عجب کی حق تعالیٰ اس میں ترقی فرما دیں
کہ اپنے کو کبھی اہل نہ سمجھیں لیکن اس حالت میں یہ مزید شکر کا سبب ہونا
چاہیے کہ باوجود نااہلی کے حق تعالیٰ نے یہ نعمت دی اور اس کو فالِ نیک
سمجھنا چاہیے عطائے اہلیت کی ولنعم ما قیل ؂

داد او را قابلیت شرط نیست

بلکہ شرط قابلیت دادِ اوست

۲ شوال ۱۳۳۴ھ

خطِ سیزدہم

سوال: حضرت اقدس سیدی سندی مولائی مستندی ثقتی درجائی للذالت بسمار کرمکم فالخرۃ آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

چند امور دریافت کرنا چاہتا ہوں مگر ساتھ ہی خائف بھی ہوں کہ چھوٹا منہ بڑی بات۔ کچھ امور تو اپنی حالت کے متعلق دریافت طلب ہیں۔ ان کے دریافت کی اجازت تو دربار والا سے ہمیشہ سے ہے۔ ایک دو بات اپنی بساط سے زیادہ دریافت کرتا ہوں اور گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ

"نسبت اور ملکۂ یادداشت دونوں ایک ہیں یا ان میں آپس میں کچھ فرق ہے؟"

جواب: نسبت ملزوم اور ملکۂ یادداشت لازم ہے۔ دونوں کی ماہیت الگ الگ ہے۔ نسبت نام ہے خاص تعلق کا جس پر دو امر کا ترتب لازم ہے۔ ایک کثرت ذکر جس کی دوسری تعبیر ملکۂ یادداشت ہے۔ دوسرے دوام اطاعت

جس طرح کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو اس تعلق عشقی میں دو امر لازم ہیں۔ ایک تو یہ کہ معشوق اکثر اوقات ذہن سے نہیں اترتا۔ دوسرے عاشق عمداً اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔

سوال: اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ میں بظاہر معیت ذاتیہ مراد ہے اس معیت کا انکشاف سالک کو بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اور مصاحبت و معیت حق حضور و یادداشت ہی کا نام ہے یا اور کسی دوسری کیفیت کا؟

جواب: یہ معیت ذاتیہ ایک قرب خاص ہے جو وجداناً مدرک ہوتا ہے اور جو حضور و یادداشت کا ثمرہ ہے نہ کہ اس کا عین۔

سوال: قرآن شریف کی تلاوت کے وقت میرے لیے کونسا مراقبہ مناسب ہے؟ حضرت نے بعض ذاکرین کے لیے یہ مراقبہ تجویز فرمایا تھا کہ:

"اپنی تلاوت کو یوں تصور کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ تلاوت فرما رہے ہیں اور تم سن رہے ہو"

مجھے اس تصور سے بوجہ حدوث صوت و تعاقب و توالی الفاظ سخت توحش ہوتا ہے۔ اب تک تو میں یہ تصور کرتا رہا ہوں کہ یہ کلام الٰہی ہے حق تعالیٰ کو اس کی تلاوت محبوب ہے اور نہایت محبت سے تلاوت کے وقت توجہ فرماتے ہیں۔ میں حق تعالیٰ کو یہ کلام سنا رہا ہوں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا تصور مناسب ہو تو ارشاد فرمایا جائے۔

جواب: تمہاری حالت کے مناسب یہی دوسرا تصور ہے۔

سوال: نماز و ذکر کی حالت میں پھنسی کی طرف خیال چلا جاتا ہے۔ یہ

منافی حضور تو نہیں؟ اس تکلیف کے خیال کے بعد دفعتہ دیگر خیالات از خود آجاتے ہیں۔

جواب: حضور کا منافی خود مضر نہیں البتہ استحضار کا منافی مضر ہے۔ سو خیال خود چلا جانا استحضار کے منافی نہیں۔

حال: پہلے پہل تو مجھے کچھ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نئی چیز میرے قلب میں ہے اب تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں سے زیادہ مجھ میں کچھ بھی نہیں حق تعالیٰ سے تعلق سب کو ہے۔ میرے اندر کون سی نئی چیز ہے۔ نہ وہ ولولہ، نہ جوش۔ جس طرح اور لوگ عبادت کرتے ہیں۔ میں بھی کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ نزول ہے جو انتہا کے بعد عطا ہوتا ہے اور یہ وہی ہے جس کو حضرت جنیدؒ نے اس سوال کے جواب میں کہ ما النهاية فرمایا تھا، العود الی البدایة۔ مبارک ہو۔ ۹ شوال ۱۳۳۴ھ

خطِ چہاردہم

حال: حضرت سیدی سندی مولائی مستندی لازالت سحب الطافکم علی ماطرة آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج شب کو ذکر میں تمام بدن منور معلوم ہوتا تھا۔

تحقیق: یہ انوارِ ذکر ہیں۔

حال: دل یوں چاہتا ہے کہ بے کیف حضور ہو۔ انوار کے ساتھ جو حضور
ہوتا ہے قلب میں خود بخود یہ بات آتی ہے کہ یہ حضور کامل نہیں۔
تحقیق: فی نفسہٖ یہ امر صحیح ہے لیکن جس وقت مربی حقیقی سے جو عطا ہوتا
ہے۔ اس وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے۔ اس کے خلاف کی تمنا نہ چاہئے
حال: آج رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ حضرت والا کے ساتھ یہ احقر
بھی ہے۔ جمعہ کا وقت آگیا تو خطبہ اس احقر نے پڑھا۔ نماز حضرت والا نے
پڑھائی۔ پہلا خطبہ میرا ہی گھڑا ہوا تھا اور دوسرا خطبہ خطب مشہورہ میں سے تھا
پھر خواب ہی میں یہ آیت قلب پر وارد ہوئی۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
لَا تُحْصُوْهَا پھر تہجد کے لیے آنکھ کھل گئی۔
تحقیق: خطبہ خطابِ ناس ہے اور نماز مناجاتِ خالق ہے۔ تم لوگوں کا
وقت ارشاد تو الی کا ہے۔ میرا وقت تربیت خالی کا ہے اور یہ دونوں اپنے
اپنے درجہ میں نعمت ہیں۔
حال: تہجد کے بعد پھر آخر شب میں سو گیا تھا تو پھر خواب دیکھا کہ ایک
بہت اونچا تخت ہے۔ اس پر میں اور برادر مرحوم مولانا سعید احمد صاحب
لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ تخت دیوار سے ذرا اٹھا ہوا تھا تو اس درمیانی حصہ
میں جانور آکر اپنی کمر اس تخت سے رگڑتے تھے میں نے اس تخت کو دیوار
سے ملا دیا کہ اب کسی جانور کے آنے کی گنجائش نہ رہی۔ پھر نماز کے لیے

ہم دونوں اس تخت سے اترے مجھے بہت فکر تھا کہ اتنے اونچے سے کس طرح اتریں گے۔ قدرتی طور پر ایک ٹیلہ سا اس کے قریب پیدا ہو گیا۔ اس پہ پیر رکھ کر اتر آئے۔ اس تخت کے نیچے کنواں تھا۔ اس سے لوگ پانی بھرتے تھے۔ بھائی صاحب مرحوم تخت سے اتر کر بھاگے اور کہا کہ میں تو بھیگ گیا۔"

اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ میں نے چھتری جا کر دی۔ پھر آنکھ کھل گئی۔

تحقیق: ملکوت میں بعض واقعات ناسوت کے پہونچتے ہیں۔ جس سے روح متاثر ہوتی ہے۔ مثلاً واقعہ حال میں بعض عارضی پریشانیاں یعنی بہائم سیرت لوگوں کی ہرزہ سرائیاں جو ان کے اظہار سے اپنے ضمیر کو راحت دیتے ہیں جو مشابہ ہے جانوروں کے کر کر گزرنے کے اور ان قصوں کا تعلق مختلف وجوہ سے دونوں بھائیوں سے تھا اور بھیگنا بھی اسی تاثر کی صورت ہے اور چونکہ شریعت کے موافق سبب کا انسداد ہو گیا۔ یہ مشابہ ہو گیا تخت کا رخنہ بند کر دینے کے اور اس سے جو اس تاثر کی اصلاح ہوتی ہے وہ مشابہ ہے چھتری لگا دینے کے۔

خلاصہ یہ کہ ان پریشانیوں سے روح متاثر تھی اور اصلاحوں سے اس کو راحت ہوتی۔ بعض اجزاء کی تو یہ تعبیر ہے اور باقی اجزاء

ثمرات ہیں اعمال صالحہ کے۔

حال ہر صبح کو نماز کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کر کے پھر سو گیا خواب میں دیکھا کہ خواجہ صاحب حضرت والا سے فرمار ہے ہیں کہ :۔

"یہ (میری طرف اشارہ کر کے) کب جائیں گے سہارنپور؟"

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ :۔

"یہ منگل کو جائیں گے۔"

خواجہ صاحب اس قدر جلدی جانے پر تعجب کرنے لگے کہ میں تو چاہتا تھا کہ یہ یہاں رہ کر حضرت سے بخاری شریف پڑھ لیں۔ پھر خواجہ صاحب خود ہی کہنے لگے کہ :۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ بخاری شریف وہ شخص حضرت سے پڑھے جو پہلا پڑھا ہوا بھول گیا ہو۔"

حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ :۔

"پھر ایسے تو میاں ——— ہیں۔"

خواجہ صاحب فرمانے لگے کہ :۔

"یہ بھی تو ایسے ہی ہیں۔"

حضرت نے فرمایا :۔

"نہیں۔ ان کا آفتاب ابھی روشن ہے۔ اس کے بعد

حدیث میں بہت اچھے تھے۔ ایک مولوی۔۔۔۔۔۔ سے تو کم تھے۔ باقی سب جماعت سے اس کے نمبر زیادہ تھے۔ مولوی صاحب بردوانی جو فخرِ بنگال ہیں، ان سے بھی اس کے نمبر زیادہ تھے۔ والسّلام

تحقیق: اس میں بشارت معلوم ہوتی ہے کہ میاں کے بیٹے بھی اس طرف توجہ زیبا ہے اور ان میں بھی صلاحیت ہے اور تمہارے لیے فضیلت کی بشارت ہے۔ (شوال ۲۴ھ)

خطِ پانزدہم

حال: حضرت اقدس سیدی مولائی ثقتی ورجائی لازالت بحارکرمکم فاخرۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ع

اے لقائے تو جواب ہر سوال

حضرت نے حضور بے کیف کی تمنا سے بظاہر تو منع فرمایا تھا، مگر بباطن ضرور توجہ فرمائی ہوگی کہ بحمد اللہ اب سے بہت زیادہ حضور بے کیف ہوا ذکر کرتے ہوئے بھی۔ قرآن کی تلاوت میں بھی، چلتے پھرتے بھی، سوتے بھی۔ تلاوت وذکر میں ایسا حضور ہوا کہ بے ساختہ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ

اینڈیٹ عرض کرنے کو جی چاہتا تھا۔

تحقیق: مبارک ہو

حال: رات خواب میں دیکھا کہ احقر ایک سڑک پر کھڑا ہوا محبت الٰہی کا وعظ کہہ رہا ہے اور مجھ پر کیفیت بکا طاری ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہوں، تب بھی مجمع ساتھ ہی رہتا ہے۔ تو میں پھر دوبارہ کھڑا ہو جاتا اور وعظ کہتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں ایک زینہ میں پہونچا، جو ایک تہ خانہ میں پہونچتا تھا تو اس وقت لوگوں سے کہا:

"اب وعظ ختم ہو گیا۔ اب آپ لوگ رخصت ہوں"

تب سب نے مصافحہ کیا اور رخصت ہوتے اور میں اس تہ خانہ میں ہو کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدرسہ مظاہر علوم میں پہونچ گیا۔ مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی۔

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ آنعزیز سے فیض حالی و علمی پہونچنے والا ہے

حال: رات قرآن شریف سے اور درود شریف سے ایک خاص محبت میرے قلب میں، ذکر کے وقت اور تلاوت کے وقت الہام ہوگئی۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ تلاوت اور درود شریف پڑھتے ہوتے، حق تعالیٰ شانہ کی خاص توجہ محسوس ہوتی ہے۔

تحقیق: یہی ہیں وہ واردات جو بعد وصول عطا ہوتے ہیں۔ شوال ۱۳۲۶ھ

از صفحہ ۴۸۸

حال: کل بعد عصر ایک کام سے خانقاہ سے باہر گیا تو ایک کتے کے پلے پر نظر پڑی۔ اس کی صورت اپنی نظر میں بہت ہی محبوب معلوم ہوئی۔

تحقیق: یہ غلبہ تھا تواضع کا مرتبہ فنا تک پہونچا ہوا۔

حال: اس کے بعد یہ حالت ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب تک جس قدر ذکر میں نے کیا۔ سب میں کوئی نہ کوئی غرض پوشیدہ تھی۔ اس لیے تو شرک میں مبتلا رہا کہ غیر محبوب کا طالب رہا۔ اپنے کو سخت ملامت کرتا تھا کہ تو نے حق تعالیٰ کی قدر نہ پہچانی۔ اگر ان کو پہچان لیتا تو ہرگز کسی بات کا طالب نہ ہوتا۔

وساوس دور ہونے کی نیت سے ذکر کرنا بھی شرک ہے۔ اللہ کا نام تو خود بذاتہ مقصود ہے تو بڑا مکار ہے۔ ہر بات میں تو نے کوئی نہ کوئی مقصد تراشش رکھا ہے۔

تحقیق: یہ بھی غلبہ ہے فنا کا برنگ دیگر۔

حال: کل عصر و مغرب و عشاء کی نماز سے بہت تسلی ہوئی۔

تحقیق: یہ ظہور ہے دولتِ جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ کا

از صفحہ ۶۷۹

(ترقی عقلی مطلوب ہے گو بواسطہ ہو نہ طبعی)

حال: ایک بات قابلِ عرض ہے وہ یہ کہ سلسلہ التقاء الفتن میں جتنے رسالے اور تحریرات اس وقت تک لکھے ہیں ، ان سے کچھ قرب میں زیادتی نہیں معلوم ہوتی بلکہ اونٹ نزل کا شبہ ہوتا ہے۔

تحقیق: واقعی ایسا ہی معلوم ہوتا ہوگا مگر معلوم ہونا طبعی ہے عقلی نہیں (والمعتبر ہو الثانی لا الاول عقلاً) یعنی بمقتضائے دلائل شرعیہ یہ سبب ترقی ہے کیونکہ نفعاً دینیاً ضروریاً متعدیاً

حال: اس میں جس قدر مشغول ہوتا ہوں نسبت کو ضعف ہوتا جاتا ہے۔

تحقیق: اس ضعف کی حقیقت التفات الی المقصود کا بواسطہ ہونا ہے اس کے مقابلہ میں جو قوت ہے وہ التفات بلا واسطہ ہے۔ جیسے محبوب کا مشاہدہ بواسطہ آئینہ کے کہ بار بار دل بے قرار ہوتا ہے کہ آئینہ کی طرف پشت کر کے مڑ کر بلا واسطہ آئینہ کے محبوب کو دیکھ لوں۔ لیکن اگر محبوب کی رضا اور امر کسی وقت وہی مشاہدۂ بواسطہ ہو تو عاشق کو قرب اسی مشاہدۂ بواسطہ میں ہوگا۔ اگرچہ لذت انکشاف کی مشاہدۂ بلا واسطہ

میں زیادہ ہے۔

پس جس نے نسبت وتعلق خاص اس مشاہدہ بلا واسطہ کو سمجھا اس کو شبہ ہوگا مشاہدہ بواسطہ میں ضعفِ تعلق کا۔ والامر بالعکس۔

میں ہمیشہ سے وجداناً یہی سمجھتا ہوں کہ حدیث میں جو آیا ہے۔ انہ لیغان علی قلبی۔ وہ غین یہی توجہ الی الخلق للارشاد ہے کہ وہ غین توجہ الی الحق بواسطہ مرآۃ الخلق ہے کہ عاشق بے صبری طبعی سے اس کو حجاب کہتا ہے۔

حال: اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا کہیں نفس کا شائبہ نہ ہوگیا ہو۔ کیونکہ رد کو اور تردید اور تو تو میں میں اکثر نفس کے شائبہ سے کم خالی ہوتی ہے

تحقیق: یہ صحیح ہے لیکن اس کا تدارک استغفار سے کر لیا جائے، اور ایک نکتہ قابلِ تنبیہ ہے جب تک صاحبِ عمل کو اس شوب کا اندیشہ رہتا ہے۔ حفاظت خداوندی اس کی رفیق رہتی ہے۔ البتہ مبتدی کو بوجہ غلبہ شوائب کے ایسی مشغولی سخت مضر ہے۔ مالم یتبین لہ۔

حال: اب جو ارشاد ہو۔ ویسا کیا جائے۔

تحقیق: اعمل واستغفر۔

از صفحہ ۴۳۰

سوال : گذارش یہ ہے کہ رات ذکر میں بہت کش مکش پیدا ہو گئی ، غلبۂ وحدت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا تو اندر سے تقاضا یہ ہو رہا تھا کہ بجز ایک وجود کے کسی کا وجود نہیں اور طبعی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ایسا غالب تھا کہ حضورؐ کا فنا مشاہد نہ ہوتا تھا ۔ پھر یہ اندیشہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے وجود کے سامنے حضورؐ کا وجود تو کچھ بھی نہیں ۔ پھر اس کا فنا کیوں مشاہد نہیں ہوتا ۔ حق تعالیٰ کے وجود کے ساتھ حضورؐ کے وجود کا فانی نہ ہونا جب خیال میں آتا ہے تو کہیں یہ شرک نہ ہو جاتے ۔

جواب : یہ شرک نہیں اس لیے کہ جمیع ممکنات میں عموماً اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خصوصاً دو حیثیتیں ہیں ۔ ایک ذات کی اور اس مرتبہ میں وہ معدوم ہے اور ایک اضافت مع الحق کی اور وہ اس مرتبہ میں وہ موجود ہے اور قاعدہ ہے کہ کسی حیثیت کے اعتبار سے ایک شے پر کوئی حکم کرنا واقع میں اس حیثیت پر حکم کرنا ہے ۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حیثیت خاص سے وجود کا حکم لگانا واقع میں حق تعالیٰ پر وجود کا حکم کرنا ہے اور وہ عین توحید ہے ۔ سالک ان احوال میں غیر مختار ہوتا ہے ۔ کبھی ذات ممکن کی طرف نظر جاتی ہے ۔ کبھی حیثیت تلبیس یعنی وجود پر نظر جاتی ہے ۔ جس طرف بھی نظر جاوے ۔

تکلف سے دوسری طرف نظر نہ کرنا چاہیے کہ اس وقت وہی نظر اس کی تربیت کا طریق ہے۔ پس یہ غلطی تھی کہ بہ تکلف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فنا پر نظر کی جاتی تھی اور حیثیت وجود پر نظر کرنے کو خلاف فنا سمجھا جاتا تھا جب وجود پر نظر گئی تھی اس کو بھی وجود حق ہی پر نظر سمجھنا چاہیے تھا بالنحو الذی ذکرتہ اور اس کا لطف حاصل ہونے دینا تھا۔

از صفحہ ۸۶۹

تصوّر بوقتِ ذکر

حال: ذکر جہر میں حسب ارشاد مرشدی دام مجدہم قلب سے ایک نور نکلتا ہوا تصور کرتا ہوں کہ وہ ذاکر کے تمام جسم کو اور بڑھتے بڑھتے تمام عالم کو محیط ہے۔ اس تصور میں بحمد اللہ کامیابی ہو جاتی ہے۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: یہ حالت جو عرض کی صرف ذکر کے وقت باقی رہتی ہے۔ بعد ذکر کے جب مشاغل علمیہ میں منہمک ہوتا ہوں تو کچھ باقی نہیں رہتی۔

تحقیق: کچھ حرج نہیں وہ حالت بہ حیثیت خاصہ معلول ہے یکسوئی سے یکسوئی نہ رہنے سے وہ بھی نہیں رہتی مگر نفس اثر باقی رہے گا۔

حال: ذکر لسانی البتہ اکثر کرتا رہتا ہوں۔

تحقیق: اس میں بعض اعتبارات سے اس سے بھی زیادہ مصالح ہیں

از صفحہ ۱۵۸

تصورِ ذاتِ بحت اور مناجاتِ قلبیہ میں سے کون افضل ہے؟

حال: تصور ذات بحت افضل ہے یا مناجات قلبیہ؟ (یعنی بعض دفعہ دل خود بخود حق تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے جس میں خشوع و خضوع کے ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہو کر عرض معروض کر رہا ہے) نیز نماز میں ان دونوں میں سے کونسی صورت افضل ہوگی؟

تحقیق: اگر مناجات کا بے ساختہ تقاضا ہو تو وہ افضل ہے، ورنہ تصور ذات۔ مگر مقروناً بالذکر اور نماز و خارج نماز دونوں کا ایک حکم ہے مگر نماز میں مناجات ہر رکن میں نہ ہوگی۔

از صفحہ ۱۰۲

حال: گذارشِ احوال یہ ہے کہ آج صبح نمازِ فجر سے پہلے ذکر میں مشغول

تھا کہ خود بخود ایک حالت غنودگی کی ۵ - ۷ منٹ کے لیے طاری ہو گئی۔ اس وقت جناب والا کو دیکھا کہ آپ نے دو ۲ ستون نور کے میرے دل کے اندر قائم فرمائے اور فرمایا کہ :۔

"یہ ایک ستون مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا ہے اور ایک ستون مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ہے"

وہ دو ستون بہت باریک اور نور سے چمکتے ہوئے تھے جب میرے قلب میں وہ قائم کئے گئے عجیب حالت ہوئی جس کا اب تک اثر ہے

تحقیق : اول نسبتِ نبوت ہے ثانی نسبتِ ولایت۔ مولانا گنگوہیؒ پر اول غالب تھی اور مولانا نانوتویؒ پر ثانی کا غلبہ تھا۔ مبارک ہو۔

از صفحہ ۹۲۲

حال : مجھے ذکر میں پہلے تصورِ معیت رہتا تھا اب تصورِ وحدت خود بخود ہونے لگا ہے۔ لا الٰہ کہتے ہوئے تمام عالم نیست معلوم ہوتا ہے اور ذکر اسم ذات میں صرف ایک وجود کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ یہ حالت حضرت کے سفرِ رنگون کے وقت سے شروع ہوئی اور اب اس روز کی تقریر سے اس میں بحمد اللہ ترقی ہے اور حاجی صاحبؒ اور خود حضرت نے مراقبۂ وحدت الوجود سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بارہ میں کیا ارشاد ہے ؟

مکرر آنکہ یہ حالت ذکر میں ہوتی ہے۔ ذکر کے بعد اضمحلالِ اشیاء نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ یقین قلب سے ہر چیز کالعدم معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: ممانعت ان کو ہے جن کے فہم یا محبت میں کمی ہو۔ تم کو اگر نفع معلوم ہو کر لو۔

<u>از صفحہ ۹۲۴</u>

حال: ایک بات تلاوتِ قرآن کے متعلق یہ قابلِ عرض ہے کہ مجھے تلاوت کے وقت زیادہ تاثر الفاظِ قرآن سے ہوتا ہے۔ اس کی بلاغت و فصاحت بعض دفعہ دل کو ایسا بے قابو کر دیتی ہے کہ گویا دل پھٹ جائے گا۔ اس وقت معانی سے تاثر محسوس نہیں ہوتا۔ اس کے بارہ میں کیا ارشاد ہے؟

وجہ تردد وہ مسئلہ ہے جو امام صاحب سے منقول ہے کہ قرأت بالعجمیہ کے جواز کی ایک وجہ یہ فرمائی کہ نظمِ قرآن بوجہ بلاغت و فصاحت کے التفات الی المعانی والی المتکلم سے مانع ہو جاتی ہے۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت بلاغتِ قرآن سے دل بے قابو ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ قلب کو خاص تعلق ہوتا ہے اور محبت میں بھی ترقی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: امام صاحب سے تو یہ وجہ منقول نہیں۔ بعض مصنفین نے امام صاحب کے قول کی ایک توجیہ اپنی رائے سے کردی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ سالک کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ کسی وقت کلام لفظی کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی وقت کلام نفسی کی تجلی کا۔ سب محمود و وسائط تربیت ہیں۔

از صفحہ ۹۳۶

بزرگوں کے مزار کے پاس مراقبہ

حال: گنگوہ میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کے مزار پر ایک بات معلوم ہوئی تھی۔ سادل تو میں نے اس کو خیال سمجھ کر ٹالا۔ مگر چند وجوہ سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرے قلب پر بار بار تقاضا ہوتا ہے کہ حضرت سے عرض کرنا چاہیے۔

تحقیق: یہ داعی معتد بہ ہے۔

حال: دوسرے جب میں حضرت کے مزار پر مراقب تھا۔ اس وقت وہاں مولوی ——— صاحب بھی تھے۔ جب میں فارغ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ: -

اس وقت حضرت کی تمام تر توجہ تیرے سا دپر تھی ۔"

تحقیق : یہ داعی ضعیف ہے ۔ میں دونوں کو مشورہ دیتا ہوں ان سے بھی کہہ دیا جاوے کہ ان امور کو لاشئے سمجھیں ۔ حالاً موجب مسرت اور مآلاً موجب مضرت ہیں ۔ اکثر تو خیال کی آمیزش ہو جاتی ہے ۔ پھر ان کی طرف التفات کرنے سے ان پر اعتماد ہونے لگتا ہے جب حالات ہی کوئی چیز نہیں تو خیالات تو کسی شمار میں نہیں ۔

اگر کوئی ایسا امر محسوس ہوا کرے تو اس کا اظہار جلدی نہ کیا جاوے جب تک تین روز تک نہ ہو ۔ دونوں کو یہی وصیت ہے ۔ اس عمل سے یہ قطع یا کم ہو جاوے گا ، و ہو اسلم ۔

حال : اس بات سے اس امر کی تائید ہوئی جو میں نے وہاں معلوم کیا تھا ۔ میں حضرت کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر ذکر کرتا ہوا مراقب ہوا اور وہی تصور کیا جو حضرت کی زبانی سنا تھا کہ حق تعالےٰ کو فاعل سمجھے اور قلب شیخ کو مخزن ۔ کچھ دیر کی حالت طاری ہوئی ۔ حضرت شیخ کو عمدہ لباس وصورت میں مراقب اور متوجہ اپنی طرف دیکھا (یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ میں جب مزار پر گیا تو یہ دعا دل میں کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ مولانا کی نسبت مجھے عطا فرمائیں ۔ اس سے پہلے غنودگی کی حالت میں یہ دیکھا کہ ایک ستون مولانا گنگوہی کا ہے اور ایک ستون مولانا محمد قاسم صاحب؟

کا ہے۔ اس دن سے یہ اشتیاق ہوا کہ مولانا کی نسبت کامل حاصل ہوا
غرض حضرت کو متوجہ پایا پھر حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا کہ :۔

"خلیل تمہارے ہیں اور اشرفؒ میرے ہیں۔ دونوں سے
تم کو برابر فیض ہوگا۔ نسبت تم کو حاصل ہے، راسخ کرنے کی
ضرورت ہے، کثرت ذکر اور اجتناب معصیت سے"

چونکہ ان باتوں کا طرز میرے خیال کے خلاف ہے۔ اس لیے میں
اس کو خیال نہیں کہہ سکتا۔ واقعہ سمجھتا ہوں۔ آئندہ جو ارشاد والا ہو۔

تحقیق : ہاں ! ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ ہونا ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ
ان کو راست فرما دیں۔

از صفحہ ۹۵۵

حال : کل شب جمعہ کو بعد نماز تہجد مراقب لیٹا ہوا تھا کہ کچھ غنودگی طاری
ہو گئی۔ اسی حالت بین النوم والیقظہ میں مولانا ——— صاحب کی زیارت
نصیب ہوئی۔ مولانا سفید لباس پہنے ہوئے خوش وخرم معلوم ہوتے
تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ :۔

"حضرت کس طرح گذری اور آپ کس حال میں ہیں؟
(اس وقت میں خوب سمجھتا تھا کہ مولانا کا وصال ہو چکا ہے اور یہ

جسم دوسرا ہے ۔)
فرمایا کہ :-
"...... تو خوب جانتا ہے کہ محبوب کا ذرا سا عتاب بھی
بہت ہوتا ہے اور میرے اوپر تو ذرا سی بات کا بھی بہت اثر ہوتا
ہے اور تو سب طرح خیریت ہے مگر لڑکوں کی بابت سوال
ہو رہا ہے"
(اس کے بعد مجھے ایک باعظمت صورت سے یہ الفاظ مسموع ہوئے)
"لڑکوں سے محبت کیوں کی تھی ؟"
(میں غنودگی میں اس کو کلام الٰہی سمجھ رہا تھا اور عجیب کیفیت تھی،
پھر یہ الفاظ سنے)
"خیر اس کا بدلہ ہم دنیا ہی میں دے چکے ہیں کہ آنکھیں
جاتی رہی تھیں"
اس کے بعد میں نے مولانا سے عرض کیا کہ :-
"اب تو راحت ہو گئی ؟"
فرمایا :-
"ہاں ! اب تو راحت ہو گئی اور کھانے پینے کی چیزیں تو
یہاں عجیب عجیب آگئی ہیں ۔ یہاں بہت راحت ہے"

پھر بطور نصیحت کے مجھ سے یہ الفاظ فرماتے کہ:۔

"صوفی ہی بن کر نہ بیٹھ جانا۔ کتابوں کی تقریر کیا کرو۔

درس تدریس خالی ذکر سے حق تعالیٰ کے یہاں افضل ہے۔

جو اذکار احادیث میں وارد ہوئے ہیں ان کا ورد رکھو اور

قلب کا خیال رکھو کہ غفلت نہ ہو" انتہیٰ۔

مولانا مرحوم نے جو اذکارِ احادیث کے ورد کو فرمایا ہے۔ تو مولٰنا

حصن حصین، کے بہت پابند تھے۔ شاید اسی طرف اشارہ ہو۔ اگر اجازت

ہو تو میں بھی اس کا ورد کر لوں؟

تحقیق: رویا سراپا ہدایت ہے۔ غض بصر کی تاکید ظاہر ہے اور اشاعت

شرائع کا مہتم بالشان ہونا بھی مگر بشرط عدم غفلت۔ حصن حصین کا شغل

بہت بہتر ہے۔ اگر التزام ہو سکے، دریغ نہ کریں۔

از صفحہ ۹۵۷

حال: چند روز ہوئے خواب میں کسی نے میرے سامنے ایک کاغذ

پیش کیا کہ اس کو دیکھو۔ اس میں حضرتِ والا کے خلفاء کی فہرست تھی

اس میں دو درجے مقرر کیے گئے ہیں۔ اوپر ایک درجہ تھا جس

پر لکھا ہوا تھا "خلفاء ذلت" نیچے کے درجہ میں لکھا ہوا تھا:۔

خلفاء، دیوانگی۔ احقر کا نام خلفاء ذلت میں تھا۔ تعبیر سمجھ میں نہیں آئی
تحقیق: ماشاء اللہ مبارک ہو۔ واللہ بڑی مسرت ہوئی۔ ذلت ٹھیک ترجمہ
ہے عبدیت کا۔ یقال طریق معبد ای مذلل والتعبد التذلل
والعبادۃ غایۃ التذلل وھو معروف اور ظاہر ہے کہ عبدیت
خاص مذاق ہے نبوت کا۔ وہ طریق شورش سے کہ مراد ہے دیوانگی
سے افضل ہے۔

ع فطوبیٰ لھم ثم طوبیٰ لکم۔۔

از صفحہ ۹۵۸

حال: آج شب کو خواب میں مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی
کو دیکھا کہ حضرت والا کے سامنے پیالہ ہاتھ میں لیے (جیسا کہ طلبہ کھانا
لانے کے واسطے جایا کرتے ہیں) حاضر ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے
قلب کی طرف نگاہ کرنے لگا اور قلب کی اچھی حالت معلوم ہوئی۔
مولوی صاحب موصوف کہنے لگے کہ:۔
"میں سمجھ گیا جو کچھ تیرے دل میں ہے"۔
میں نے ہنس کر عرض کیا:۔
"ماشاء اللہ اب تو آپ صاحبِ کشف ہو گئے"۔

اس کے بعد ہم دونوں میں مقاماتِ انبیاء علیہم السلام کی بابت گفتگو ہونے لگی۔ وہ فرماتے تھے کہ :-

"مقاماتِ انبیاء علیہم السلام کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی"

میں نے عرض کیا کہ :-

"مقاماتِ انبیاء علیہم السلام میں رسوخ تو غیرِ نبی کو نہیں ہو سکتا۔ لیکن محض ان مقامات کی سیر کر لینا اور ان کو جان لینا ممکن ہے اور بحمد اللہ میں نے مقاماتِ انبیاء علیہم السلام کی سیر کی ہے۔ صعود تو بہت سہل تھا مگر نزول کے وقت دشوار ہی معلوم ہوتی تھی"

اس گفتگو کے بعد میں نے اپنے آپ کو ایک عالیشان عمارت پر چڑھتے دیکھا اور دل میں یہ بات آ رہی تھی کہ میں مقاماتِ انبیاء علیہم السلام کی سیر کر رہا ہوں۔ مقام بہت بلند تھا اور واقعی صعود تو بہت سہل تھا۔ نزول کے وقت دقت معلوم ہوتی تھی۔ تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

تحقیق : مولوی شبیر احمد کی کامیابی کی بھی بشارت ہے۔ خدا تعالے نصیب کرے اور مقاماتِ انبیاء علیہم السلام کے متعلق عجیب تحقیق معلوم کرائی گئی جو مجموعۂ قولین سے ثابت ہوتی یعنی حصولِ قوی تو

ان مقامات کا غیر نبی کو نہیں ہو سکتا مگر سیر نظری ہو سکتی ہے۔ ما تمہا

از صفحہ ۹۶۰

حال : ایک بار بین النوم والیقظہ دیکھا کہ حضرت والا کانپور کی جامع مسجد میں نماز فجر پڑھا رہے ہیں۔ احقر بھی نماز میں شریک ہے۔ سورۃ "مدثر" کی تلاوت فرمائی اور درمیان نماز ہی میں طلوع آفتاب ہو گیا۔

تحقیق : اگر یہ محض متصرفہ کا تصرف نہیں ہے تو قُمْ فَاَنْذِرْ کے ظہور کی صورت ہے۔ یعنی آفتاب ارشاد طلوع ہوا۔

حال : ایسے ہی حالت غنودگی میں دیکھا کہ خواجہ صاحب اور حکیم مصطفیٰ صاحب حضرت والا کے قدیمی مکان کے بیرونی کمرہ میں بیٹھے ہوئے دستر خوان پر بیٹھے چاول کھا رہے ہیں ـــــ احقر بھی حاضر ہوا اور میں نے ان صاحبان سے عرض کیا کہ :-

"مجھے نہ خبر تھی کہ آپ یہ مزے لے رہے ہیں۔ ورنہ میں پہلے سے آتا۔"

یہ کہہ کر میں بھی ایک رکابی پر بیٹھ گیا۔ جس میں سے حضرت والا نے کچھ تناول فرما کر کچھ حصہ بچا دیا تھا۔ خواجہ صاحب ہنس کر بولے :-

"اور کیا چاہتے ہو۔ تم نے تو حضرت شیخ کے سامنے کا کھانا

کھلایا

تحقیق : مداشت کی طرف اشارہ ہے۔

حال : ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضرتِ والا نے ایک مکتوب احقر کے حوالہ فرمایا جس کو میں یہ سمجھا کہ یہ میرے احوال کے جوابات ہیں۔ اور کسی حال میں احقر نے مولوی ——— صاحب کا تذکرہ کیا تھا تو اس کا جواب حضرتِ والا نے یہ تحریر فرمایا جو بلفظہ قریب قریب یاد رہ گیا۔

"مولوی ——— صاحب میرے قوتِ بازو ہیں۔
میرے عزیز ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دولتِ باطنی سے کامیاب ہو جائیں۔ تم ان کے لیے دعا اور توجہ اور ہمت باطنی کرو۔ انتہی آمین"

حق تعالیٰ شانہٗ برادر موصوف کو حسب تمنائے سامی اپنی دولتِ خاص سے ممتاز فرمائیں اور انشاء اللہ تعالیٰ جب حضرتِ والا کی توجہ اس قدر ہے تو امید قوی ہے کہ وہ محروم نہ رہیں گے۔

تحقیق : خدا چنیں کند۔

حال : ایک بات اگرچہ میرے دریافت کے قابل نہیں مگر صرف اس اطمینان کے لیے کہ مجھے معلوم ہو جاتے کہ برادرِ موصوف قطعِ طریق میں مشغول ہیں یا نہیں۔ استفسار کرتا ہوں کہ برادرِ موصوف ذکر شغل تو زیادہ

نہیں کرتے (اور نہ ان میں قوتِ دماغی زیادہ ذکر کی متحمل ہے۔ تو کیا حضرتِ والا نے شرحِ مثنوی کا کام ان کے سپرد اسی لیے فرمایا ہے کہ:
"ذکر کے بجائے اس طریق سے محبت و ذکر راسخ ہو جاتے"

تحقیق: یہ قصد تو نہیں تھا مگر اس عمل سے اس کی بھی امید ہے۔ باقی کسی قدر جواب اس سوال کے بعض اجزاء کا اسٹیشن کے راستہ میں زبانی بھی دے چکا ہوں۔

حال: آج شب شنبہ کو بعد نمازِ تہجد لیٹ گیا تھا۔ بین بین حالت میں تھا۔ نہ نیند غالب تھی، نہ بالکل بیدار تھا دیکھا کہ مہتمم صاحب مدرسہ حضرتِ والا کی شکایت کر رہے ہیں کہ ہمارے مدرسہ کی سرپرستی سے حضرت نے استعفا دے دیا اور فلاں مدرسہ کی ممبری قبول فرما رکھی ہے حالانکہ کام دونوں برابر ہی درجہ میں تھے۔

تحقیق: میرے خیال میں تو راتی کے حدیث النفس کی یہ صورت مثالیہ ہے۔ کیونکہ بالمعاینہ دونوں کاموں میں تفاوت ہے۔

حال: پھر دیکھا کہ حضرتِ والا مجھے گھوڑا خرید لینے پر سخت تنبیہ فرماتے ہیں کہ خواہ مخواہ خرچ بڑھانے سے کیا نفع؟ اور کام ہی کیا ہے؟ اور اگر تم کو اس حدیث سے شبہہ ہوا، جس میں وارد ہے کہ ایک زمانہ آئے گا

اس میں ہر مسلمان کو گھوڑا باندھنا چاہیے۔ تو وہ زمانہ ہے تو بھی مگر حدیث میں اہل وسعت مراد ہیں۔

تحقیق: یہ بالکل صحیح دیکھا۔ لا سیما تو واقعی یہی تھی مگر اجتناب شرعیہ کے سبب تعرض کیا۔

حال: پھر دیکھا کہ حضرت والا کے کسی خادم نے ضیافت کی ہے اور حضرت نے قبول فرمائی ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ:

"یہ اخیر دعوت ہے اور اب جو کوئی ایک دن یا آدھے دن یہاں قیام کرے۔ اس کو ہماری دعوت کرنے کی اجازت ہے"

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"مہمان سب ہمارے یہاں کھانا کھایا کریں"

اس وقت اکثر خدام کے چہرہ پر آثار غم کے تھے۔ خواجہ صاحب کے آنسو جاری تھے۔ ودوام نتم علی راس الامۃ المحمدیۃ غوثا للطالبین وغیاثا للمسترشدین وبتلک الفیوض والبرکات مفیضین ویرحم اللہ عبداً قال آمینا۔

تحقیق: ایقاظ ہے اہل غفلت کا کہ وقت کو غنیمت سمجھیں۔ آخر ایک روز اس کو انقضاء ہونا ہے۔ باقی قبل کی کوئی حد نہیں۔ تمام عمر

دنیا کو قلیل کہا گیا ہے۔

حال: بعض دفعہ ذکر کے وقت نئی نئی عمارتیں اور نئے نئے آدمی نظر آتے ہیں۔ بعض دفعہ اپنے مشائخ موجود ہیں۔ بعض دفعہ بعض متعلقین خود بخود بلا ترتیب نظر آتے ہیں۔ اس کی بابت کیا ارشاد ہے؟

تحقیق: ایک قسم کا انکشاف ہے، توجہ نہ کی جائے۔

حال: مولوی ——— صاحب کو دیکھا کہ مغلوب الحال دیوانہ کی طرح آگئے اور مجھ سے کہا کہ:۔

"مصافحہ کرو"

میں نے ہاتھ بڑھائے تو دو اکنیاں، پہلے ایک پھر دوسری میرے ہاتھ میں دیں اور کہا کہ:۔

"مصافحہ مقصود نہیں، یہ لو"

اور رکھ کر چل دیئے۔ مجھے خواب میں ان کی اس حالت پر بڑی حیرت رہی۔

تحقیق: اس سے ان کی کامیابی کی امید بڑھتی ہے اور غالباً اس کامیابی میں زیادہ معین ایصال نفع الی الخلق ہو۔

حال: پھر دیکھا کہ جمعہ کی نماز حضرت والا نے پڑھائی اور نماز سے پہلے چند خدام سے، جن میں ——— اور خواجہ صاحب کا نام یاد

ہے اور احقر سے بھی حضرت والا نے یہ فرمایا تھا کہ :۔

" نوافل بعد جمعہ کے ایک اور جگہ جاکر پڑھیں گے۔"

چنانچہ بعد نمازِ جمعہ ارشاد فرمایا کہ :۔

" آؤ ! نوافل کو اچھی طرح پڑھیں ۔"

چنانچہ خواجہ صاحب اور احقر ساتھ میں تیار ہوتے اور چند لوگ اور بھی تھے ۔ اس وقت خواجہ صاحب اور احقر کی زبان پہ ذکر جاری تھا۔

تحقیق : یہ معیتِ باطنہ کی تصویر ہے ۔

حال : پھر احقر نے ایک کتاب کی زیارت کی جو سیدنا امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی تصنیف تھی ۔ اس کتاب میں یہ مضمون دیکھا کہ :۔

" نماز کا قعدۂ اخیرہ قعدۂ اولیٰ سے اس لیے طویل رکھا گیا ہے کہ قعدۂ اولیٰ تو وسطِ نماز میں ہے اور قعدۂ ثانیہ اخیر میں ۔ اس کا طویل ہونا مناسب ہے تاکہ مصلی کے تمام اعضا مطمئن ہو جائیں اور حرکتِ دم ساکن ہو جائے اور وہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر نماز کو ختم کرے اور سلام پھیر دے ۔"

تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے ۔

تحقیق : علوم ولایت کا زیادہ منبع حضراتِ اہل بیت ہیں اشارہ

ہے ایسے علوم کے فیضان کی طرف۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حال: چند باتیں اس وقت اور قابل ذکر ہیں۔ شرم بھی آتی ہے کہ حضرتِ والا کا وقتِ عزیز ضائع کرتا ہوں مگر چونکہ حضرتِ والا کے بیان سے کافی تسلی اور اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس لیے جی چاہتا ہے کہ ہر بات صاف عرض کر دوں۔ حسناً کان او سیئاً۔

تحقیق: نتواں نہفتن درد از طبیباں۔

حال: عریضۂ سابقہ میں عرض کیا تھا کہ میں نے ایک کتاب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف سے خواب میں دیکھی جس میں قعدۂ اخیرہ کی بابت ایک مضمون دیکھا تھا۔ اس کی بابت خواب ہی میں یہ بات دل میں آئی کہ قبیل سلام رحمت زیادہ متوجہ ہوتی ہے۔

کیا اس مضمون کی صحت کے لیے اس امر سے استیناس کیا جا سکتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے ادعیہ کے لیے وقت قبیل سلام جو مقرر فرمایا ہے تو شاید اسی لیے ہو کہ اس وقت رحمت زیادہ متوجہ ہوتی ہے۔

تحقیق: ہاں گنجائش ہے۔

حال: آج شب جمعہ کو بعد نماز تہجد کے بوجہ سوء ہضم و کسل کے لیٹ گیا تھا۔ نیند تو آئی نہیں۔ کچھ غنودگی سی ہوئی تھی کہ ایک منظر عجیب دیکھا

میں نے اپنے گھر میں (جس کو خواب میں اپنا گھر سمجھتا تھا) چند شخص نہایت بدشکل دیکھے کہ اول نظر میں وہ انسان بھی نہ معلوم ہوتے تھے اور میں ان سے بہت زیادہ خائف ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص بشکلِ انسان نظر آیا اور اس نے کچھ کلام کیا۔ جس میں سے صرف اس قدر یاد ہے کہ :-

"ہم اعمالِ بد ہیں۔"

اس کے بعد ایک بہت حسین شخص بشکل انسان نظر آیا جس کو میرے دل نے یہ سمجھا کہ یہ اعمالِ صالحہ کی شکل ہے۔ اس صورت کی طرف انجذاب اس وقت تک موجود ہے۔ بار بار اس کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اس نے تبسم کر کے مجھے یہ کہا کہ :-

"غفلت نہ کرنا۔ گناہوں سے بچتے رہنا اور اگر کبھی غفلت میں گناہ ہو جائیں تو فوراً توبہ کرنا اور توبہ کے بعد پھر اس گناہ کی فکر میں نہ پڑنا کہ فکر بین اللہ و بین العبد حجاب ہو جاتا ہے۔"

تحقیق : حقائقِ صحیحہ کا انکشاف مبارک ہو۔

حال : اس کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ میرا ایک عظیم الشان مکان ہے اور ایسا معلوم ہوا کہ سہارنپور میں ہے۔ اس میں مولوی ...... صاحب اور میاں ...... علی بطور مہمان کے میرے پاس آتے ہیں ...... علی

مکان کے اندر ہیں اور گویا گھر والے ان سے پردہ نہیں کرتے اور وہ اندر بیٹھے ذکر کر رہے ہیں اور اچھی طرح ذوق اور شوق سے ذکر کر رہے ہیں مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب مکان کے باہر بیٹھے ہوتے مجھ سے کھانے کا وقت دریافت کر رہے ہیں کہ "کھانا کب کھاؤ گے"؟

تحقیق: غالب یہ ہے کہ علی زیادہ فیوضِ ولایت سے مشرف ہوں اور مولوی علی صاحب زیادہ فیوضِ نبوت سے۔

سوال: پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا جو صورت سے بہت بدمعاش معلوم ہوتا تھا اور زبان سے گالیاں بک رہا تھا اور اپنے منہ سے مثل بازی گروں کے گولے نکال رہا تھا۔ اس حالت میں خواب ہی کے اندر احقر نے اس کے قلب کی طرف توجہ کی، جس کا اثر چہرہ پر نمودار ہوا اور چہرہ کی سیاہی دور ہو کر وہ خاصا حسین ہو گیا اور دل کی اچھی حالت ہو گئی۔

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ یہ وراثت ہے، شان (معی شیطان لکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم) کی خدا تعالیٰ یہ وراثت نصیب کرے

حال: پھر میں نے ایک کتاب دیکھی جو خواب میں علامہ شعرانیؒ کی تصنیف معلوم ہوتی۔ اس میں یہ مضمون دیکھا۔

کسی مقام میں سالک کو تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرنا

چاہیے۔ تین دن کے بعد آگے بڑھنا چاہیے۔
قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ تین دن کی تسمید کا کیا مطلب ہے
اور تین دن کے بعد ترقی کرنا کیا اپنے اختیار میں ہے؟ غرض اس
کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔
تحقیق: تین ادنیٰ مرتبہ ہے جمع قلت کا یعنی ایامِ قلیلہ سے زیادہ نہ ٹھیرنا
چاہیے۔ اور گو یہ اختیاری نہیں مگر اس مقام کے حصول کے اسباب
کہ مشغولی بالذکر والطاعت ہے یہ اختیاری ہیں۔
پس مطلب یہ ہے کہ کسی مقام پر پہونچ کر اس کو آخر مقصود سمجھ
کر اس مشغولی میں کمی نہ کرے بلکہ دوام کرے۔ اس سے ترقی ہو
گی اور جلدی جلدی ہوگی۔
حال: پھر میں نے ایک باغیچہ دیکھا جو اسماعیل خاں صاحب کا معلوم
ہوا اور ایک دو شخص اس میں آم توڑتے تھے اور سونگھ کر پھر وہیں
لگا دیتے تھے اور وہ شاخ میں جم جاتے تھے۔ ایک دو آم کھا بھی
لیتے تھے۔
تحقیق: اسماعیل ذبیح فانی تھے۔ فناء کا ثمرہ بقاء ہے جو بشکل مکلبتاً
دائم کے نظر آیا ترغیب ہے فناء و بقاء کی۔
حال: پھر میں نے چند نئے آدمی دیکھے جو میرے قیام...... سے

بہت خوش ہو کر مجھ سے مل رہے تھے اور کہتے تھے کہ:-

"تم یہاں دل لگا کر رہو"

میں نے کہا۔

"میرے دل لگنے کا سامان کر دو، وہ یہ کہ میں مدرسہ میں ایک بڑے مجمع میں تھا۔ یہاں مجمع طلبہ کم ہے"

وہ لوگ اس میں مشورہ کرنے لگے کہ ہاں اس کی تدبیر ہونی چاہیئے اور مجھ سے کہا کہ:-

"ہاں! اس کا انتظام ہو جائے گا"

تحقیق: تمہارے اس تردد کی تسلی ہے۔

صفحہ ۹۸۲

حال: شب شنبہ کو خواب میں دیکھا کہ مولوی ...... کے مکان میں یعنی ماموں صاحب والے مکان میں مجمع ہو رہا ہے۔ حضرت والا بھی تشریف فرما ہیں۔ ایک ممبر رکھا ہوا ہے۔ احقر بعد میں حاضر ہوا۔ اور مجھے ارشاد وعظ کے لیے ہوا تو میں نے اس آیت کا وعظ شروع کیا

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ

مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ

ثُمَّ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً الخ

وعظ میں سے اس قدر مضمون یاد رہا کہ :-

"حق تعالیٰ شانہٗ کی عجیب قدرت ہے کہ اول بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر وہ اول ہی سے مضبوط اور قوی ہوتا ہے تو ماں کے پیٹ سے پیدا نہ ہو سکتا۔ بچہ اول اول ایسا نرم ہوتا ہے کہ اگر اس کے عضو کو موڑنا چاہیں تو مڑ سکتا ہے ہوا لگنے سے اس میں قوت آتی ہے۔ پھر جوانی کے بعد کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

اس میں یہ راز ہے کہ روح کے نکلنے میں آسانی ہو کیونکہ زمانہ قوت میں روح کے نکلنے سے تکلیف ہوتی ہے اس لیے موت سے پہلے بڑھاپا آتا ہے کہ روح کو نکلنے میں سہولت ہو اور جن کو بڑھاپے میں بھی روح کے نکلنے کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ محض اظہار قدرت ہے کہ حق تعالیٰ ضعف میں بھی خروج روح سے تکلیف پہونچا سکتے ہیں۔ انتہیٰ"

تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

تحقیق بخواب میں آیت کے متعلق عجیب وغریب نکتہ ظاہر ہوا

ایسے منامات بشارت ہوتے ہیں۔ علوم موہوبہ کی حق تعالیٰ مبارک فرمادیں۔

از صفحہ ۹۸۳

حال: حضرت سیدی مولائی دامت برکاتہم۔ آج رات بعد نماز تہجد ذکر مراقب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مکان مکشوف ہوا۔ جس میں ایک کھڑکی لگی ہوئی تھی۔ حضرتِ والا مکان کے اندر تشریف فرما ہیں اور احقر کھڑکی کے پاس باہر کی جانب ہے۔ حضرتِ والا اندر سے کچھ اشیا مرحمت فرما رہے ہیں اور ایسے الفاظ ارشاد فرما رہے ہیں۔ جو کہ استخلاف کے وقت مجازین سے فرمائے جاتے ہیں۔ جو اشیاء مجھے مرحمت فرمائی گئی ہیں۔ وہ درخت کی شاخوں کے مشابہ ہیں۔ ایک شاخ عطا فرماتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ:-

"یہ علوم ولایت ہیں"

ایک شاخ مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

"یہ مقامات سلوک ہیں"

پھر کچھ مضمونِ دعا ارشاد فرمایا کہ:-

"حق تعالے شانہٗ برکت عطا فرمادیں" اوکما قال، انتہیٰ۔

کل شب جمعرات کو خواب میں دیکھا کہ احقر نے ایک کتاب حضرت والا کے سامنے سے مطالعہ کے لیے اٹھائی۔ کھول کر دیکھا تو وہ حضرت والا کی بیاض تھی۔ اس میں ایک مقام کھول کر دیکھا تو اس میں عربی عبارت میں اول حمد الٰہی تھی۔ پھر اما بعد کے بعد احقر کے لیے کچھ وصایا مکتوب تھیں مضمون یاد نہ رہا، دوسرے صفحہ پر پھر حمد الٰہی تھی اور آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ مکتوب تھا۔

اس آیت کے بعد حضرت والا نے ایک نعمت الٰہی کا بیان لکھا تھا جو حضرت پر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے فائض ہوتی پھر اسی آیت کے مضمون کی بابت احقر کو وصیت مکتوب تھی۔ تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

تحقیق: تعبیر کا کیا پوچھنا۔ مثالی شکل کے لیے تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ یہ تو صریح بشارتیں ہیں، اعطائے علوم و اعمال و احوال کی۔ مبارک ہو۔

ازصفحہ ۸ ۹۹

حال: آج رات کو خواب میں دیکھا کہ نماز کی جماعت ہو رہی ہے۔

حضرتِ والا نماز سے علیحدہ ہیں۔ میں جماعت میں شریک ہوں اور غالباً امام ہوں۔ قرأت جہر سے کر رہا ہوں۔

تحقیق: یہ امامت، رہبری ہے سلوک کی۔ جو کہ بوجہ ذریعہ قرب ہونے کے نماز کی صورت میں متمثل ہوا اور چوں کہ اس رہبری کے لیے اسماع طریق کا مخاطب کو لازم ہے۔ اس لیے قرأت کو بالجہر دیکھا اور چوں کہ اس رہبری میں میرا تعلق تم سے متبوعیت کا ہے نہ کہ تابعیت کا۔ اس لیے مجھ کو شریک یعنی مقتدی نہیں دیکھا بلکہ نگرانی کرتے ہوئے پایا۔ چنانچہ واقعہ بھی یہی ہے۔

حال: اور نماز میں قرآن کے بجاتے قضیٰ قضیا قضوا الخ گردان پڑھ رہا ہوں۔ حضرت نے ذرا تیز لہجہ میں فرمایا کہ:

"اس وزن پر مہموز کی گردان بھی تو ہے۔ وہ کیوں نہیں پڑھتے"

تو میں سوچنے لگا کہ مہموز کی کونسی گردان مراد ہے۔ پھر فوراً میں نے رآیٰ۔ رآیا، رآ وا الخ کی گردان پڑھی۔ حضرت خوش ہوتے معلوم ہوا کہ یہی مراد تھی۔ پھر میں نے اس کا مضارع یریٰ، یریان یرون پڑھا۔

تحقیق: قضیٰ بمعنی ادا کے ہے۔ یہ اشارہ ہے صدور اعمال کی طرف

میرے مشورہ کے معنے یہ ہیں کہ صرف مباشرتِ اعمال پر کفایت نہ کریں بلکہ ان میں مراقبہ سویت کا بھی لحاظ رکھیں کہ اعمال کی روح بھی ہے۔ مطلب یہ کہ تعلیم و تربیت میں اس کا اہتمام زیادہ رکھیں کہ صورتِ اعمال کے ساتھ ان کی روح بھی ہو۔

حال: تعبیر کچھ سمجھ میں نہیں آئی مگر دل خود بخود کہتا ہے کہ خواب اچھا ہے اور اس میں سلوک کے متعلق کسی امر کی تعلیم ہے۔

تحقیق: ظاہر یہی ہے۔ چنانچہ بے ساختہ میرے قلب پر جو وارد ہوا، میں نے لکھ دیا۔

ازصفحہ ۱۰۰۱

حال: اب الحمد للہ قلب کی وہ حالت نہیں رہی۔ ظلمت کے بعد نور اور موت کے بعد حیات پیدا ہو گئی۔ سچ ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا۔ مغرب کے بعد عشاء تک مسلسل ذکرِ جہر مقرر کر لیا ہے۔ جس میں چھ ہزار تک ہو جاتا ہے اور رات کو بارہ تسبیح کے بعد بھی کچھ ہو جاتا ہے۔

آج رات ایک خواب دیکھا۔ جس کو عرض کرنے کو جی چاہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس طرح کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے۔ جس میں احقر بھی شامل ہے اور جناب والا کے بہت سے خدام ہیں۔ حضورؐ آگے آگے جارہے ہیں اور ہم لوگ پیچھے ہیں۔ اتنے میں ایک جوگیوں کی جماعت پر حضورؐ کا گذر ہوا۔ آپ وہاں ٹھہر گئے۔ میں کچھ پیچھے رہ گیا تھا۔ جلدی کرکے میں بھی جا ملا۔

حضورؐ نے فرمایا[له] کہ :-

"ان لوگوں سے ملو"

میں نے ان لوگوں سے ہاتھ اٹھاکر سلام کا اشارہ کیا۔ وہ سب اپنی اصطلاح میں کچھ کچھ کہنے لگے۔ (جو گویا سلام کا جواب تھا) اور وہ جوگی ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے بہت ریاضتیں کیے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ہمارے قلوب کی طرف نظر کرنے لگے۔ اس وقت میں ہنس رہا تھا اور مسرور تھا کہ الحمد للہ ہماری روحانیت حضورؐ کی برکت سے ان لوگوں سے بہت قوی ہے۔ ان جوگیوں نے بھی اس کا اقرار کیا اور وہ جوگی حضورؐ کے ساتھ بہت تعظیم سے پیش آتے۔

اس کے بعد آپ آگے چلے۔ میں بھی ساتھ ہوا۔ پھر میں نے یہ خیال کیا کہ اس بڑے جوگی کو جو ان کا سردار ہے، ہدایت کرنی چاہیے میں لوٹا اور اس کو اسلام کی تبلیغ کی۔ اس نے وعدہ کیا۔ میں اسلام

له اس وقت اپنا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سن کر دل بہت مسرور ہوا ۱۲۔

لاؤں گا۔ پھر میں حضورؐ سے جا ملا اور وہ جوگی بھی آیا۔ اس وقت حضورؐ نے فرمایا کہ:۔

"میں خاتم الانبیاء ہوں۔ توریت، انجیل وغیرہ تمام کتب آسمانی میرے ذکر سے بھری ہوئی ہیں"

اس پر اس جوگی نے مجھ سے کہا کہ:۔

"میں حضورؐ کو سچا سمجھتا ہوں اور آپ کی عظمت میرے دل میں ہے۔ مگر ایمان لانا ذرا دشوار ہے اپنی قوم سے ڈرتا ہوں"

اس وقت میں نے جو حضورؐ کو دیکھا تو پہلی صورت نہ تھی بلکہ اس وقت جناب والا کی صورت میں حضورؐ کو دیکھا اور آپ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ:۔

"یہ جوگی لوگ اُدم خدا کو بھی کہتے ہیں اور روپیہ کو بھی اور اس کے معنیٰ قرض کے بھی ہیں"

پھر بیدار ہو گیا اور ایک خاص انشراح قلب میں اب تک ہے۔

تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

تحقیق: بعض اجزاء کی تو وہی تعبیر معلوم ہوتی ہے جو آں عزیز نے سمجھی تھی کہ یہ دنیا پر لعنت اور ہندوؤں سے تشبہ کرنے والے لوگوں کی صورت ہے ولا تزعموا انہم مسلمون یا اس کے قریب

ہو یعنی وہ ہنود جو مسلمانوں کی موافقت کا دم بھرتے ہیں مگر واقع میں موافق نہیں۔ بہر حال میں اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت کی حقیقت دکھلا دی۔

اور بقیہ اجزاء کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطمئن کر دیا کہ خواب دیکھنے والے کی جماعت والے حق پر ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال درجہ متبع ہیں۔

اور یہ بھی دکھلا دیا کہ جماعتِ غیر محققہ کا اثر جماعتِ محققہ پر نہ ہو گا اور رہپیہ یعنی دنیا کو مقصود سمجھنا درجہ یحبونھم کحب اللہ میں جو خاص خلاصہ ہے جماعتِ غیر محققہ کی حالت کا اخیر جزو میں اس طرف اشارہ ہے۔

از صفحہ ۱۰۰۶

حال: یہ چند خوابیں جو آج کل اور اس سے پہلے زبانی آنحضرت سے عرض کی ہیں۔ ان کو ضبط کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے بذریعۂ تحریر پیش کرتا ہوں۔ حضرت والا اپنی تعبیر بھی قلم بند فرما دیں تو محفوظ ہو جاویں گی۔ اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔

(۱) ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مولوی ابراہیم صاحب اندیری کے والد کے پاس بیٹھا ہوں۔ ان کی صورت سے میں آشنا

نہ تھا۔ مگر خواب میں یہی قلب پر وارد ہوا کہ یہ مولوی ابراہیم صاحب راندیری کے والد ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب نکالی اور مجھ سے فرمایا کہ:۔

"اس میں مجدد کی دس علامتیں لکھی ہیں"

خواب میں سب علامتوں کو میں نے پڑھا۔ ان میں سے تین باتیں یاد رہیں:۔

"ضخامۃ الرأس، شثن الکفین، ضخم الکرادیس"

پھر انہوں نے رو کر یہ فرمایا کہ:۔

"میں نے ان سب علامتوں کو حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحبؒ میں موجود پایا۔ وہ اس وقت مجدد ہیں"

۲ ایک دفعہ احقر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اسی طرح کی کہ ایک بہت بڑا مجمع جس سے میدان بھرا ہوا ہے حضورؐ کا مخالف اور در پے ایذاء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے سلسلہ کی جماعت ہے جو پہلی جماعت کے سامنے نہایت قلیل ہے احقر بھی الحمد للہ حضورؐ کے ساتھ ہے۔ آپ اس جماعت کو ساتھ لے کر ایک چھوٹے سے مکان میں پناہ گزین ہوتے۔ جس میں تین

در ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ :۔

"یا رسول اللہ ﷺ! اگر دشمن کا مجمع اس مکان کے اندر گھس آیا تو ہم سب کو ہلاک کر دے گا۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مجمع کے تین حصے کر دیے جائیں۔ ہر دروازہ پر ایک حصہ رہے اور دروازہ ہی پر سے دشمن کو روکے تاکہ اندر نہ آسکے۔"

حضور ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور جماعت کے تین حصے کر دیے۔ چنانچہ اس قلیل مجمع نے دروازوں پر سے دشمن کی مدافعت کی اور کوئی اندر نہ آسکا۔ پھر وہ مجمع منتشر ہو گیا۔

۴۔ آج رات کو خواب میں دیکھا کہ گویا میں گڑھی میں ہوں۔ جمعہ کا دن ہے۔ وہاں گویا مولوی ...... صاحب بھی آتے ہوتے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے لیے میں نے ان کو آگے بڑھایا۔ وہ خطبہ لے کر آگے بڑھے تھے، مگر ایک ہندو نے ان کے پاس سے خطبہ چھین لیا اور خود ممبر پر جا بیٹھا۔ مجھے سخت ناگوار ہوا کہ ایک ہندو ممبرِ رسول پر بیٹھا ہے۔ جب خطبۂ اولیٰ پڑھ چکا تو میں نے اس سے کہا :۔

اربے کمبخت زبان سے اتنا تو کہہ دے کہ میں مسلمان

ہوں ۔"

اس نے کہا :

"ہاں ہاں میں کہتا ہوں ۔"

لیکن جب دوسرے مسلمانوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو مسلمان ہے؟ تو اس نے کہا "نہیں نہیں" ۔ پھر وہ خطبۂ ثانیہ کے لیے کھڑا ہوا تو میں نے خطبہ اس کے ہاتھ سے لے لیا ۔ اور اسے ممبر سے اتار کر خود خطبہ پڑھا ۔ سامعین کی بہت مقدار تھی ۔ سب میرے اس فعل سے خوش ہوئے ۔

۴ آج رات کو دوسرا خواب یہ دیکھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ پیدا ہوئے ہیں ۔ خواب میں حضورؐ کی زیارت نصیب ہوئی ۔ آپ پیدائش کے بعد دوسرے بچوں کی طرح نہیں ہیں ۔ بلکہ آپ کا بدن مبارک ایسا ہے جیسا کہ پانچ چھ برس کے بچہ کا ہوتا ہے ۔ آپ کا چہرہ مبارک بڑا وجیہہ اور شکیل ہے ۔ شانۂ مبارک پر مہر نبوت بھی دیکھی ۔ اور سر مبارک پر ایک جھالر سا لٹکا ہوا دیکھا ۔ جس میں عربی خط سے دو سطر میں درود شریف لکھا ہوا ہے ۔ آپ ایک شخص کی گود میں ہیں اور وہ یا کوئی دوسرا شخص محبت میں آپ کو چھیڑ رہا ہے ۔ اور آپ مچل رہے ہیں ۔

میں نے اپنے سب گھر والوں کو بلایا کہ آپ کی زیارت کرو اور اس جہاز کو دیکھو یہ بڑی عجیب چیز ہے۔ چنانچہ سب نے زیارت کی اور خواب میں ایسا معلوم ہوا کہ حضورؐ اسی مکان میں ہیں جس میں آج کل میں رہتا ہوں یعنی مکان میں۔ واللہ اعلم۔

الجواب

خوابِ اوّل: صریح ہے وما ذلک علی اللہ بعزیز اور ضخامت مصدر بمعنی ضخم ہے۔ اور اگر مجدد کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونا ضروری نہ ہو تو معنی اس کے مشابہت تامہ ہے۔ جس کو اس عنوان سے تعبیر کیا گیا۔

خوابِ ثانی: اشارہ ہے کہ بعد خیر القرون کے اکثر ازمنہ میں خصوصًا اس زمانہ میں مخالفینِ سنت کی کثرت اور متبعین کی قلت اکثر رہی ہے۔ مگر متبعین کے ساتھ حق تعالیٰ کی حمایت بھی رہی ہے

خوابِ ثالث: میں اس زمانہ کی صاف صاف حالت دکھلائی گئی ہے کہ عام مسلمین نے مشرکین کو دینی امور میں متبوع بنالیا ہے مگر اَلْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ کی بھی بشارت دی گئی ہے۔

خوابِ رابع: کے معنی میرے نزدیک یہ ہیں کہ زمانہ حاضرہ کے

غلبۂ باطل کے اضمحلال کے بعد احکام شرعیہ کے احیاء کا ایسا شدید انتظام کرنا پڑے گا۔ گویا وہ از سرِ نو پیدا ہوتے ہیں اور نیز اشارہ ہے اس مکان کے سکان کے اہلِ حق ہونے کی طرف۔

از صفحہ ۱۲-۱۰

حال، جب سے .... کے تعلق کی وجہ سے دوبارہ پریشانی پیدا ہوئی ہے اور اس وقت سے احقر نے حصن حصین کا ورد شروع کر رکھا ہے۔ آج اس کو شروع کیے ہوئے چھ دن ہوتے ہیں۔ رات جو میں عشاء کے بعد حصن حصین پڑھ کر سو رہا تو عجیب خواب دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہے اور حضرت قبلہ مولینا ...... کی جماعت بھی ہے اور ہم خدام بھی ہیں۔ حضرت .... کی جماعت میں سے بعض لوگوں نے ہم خدام کو بنظرِ حقارت دیکھا اور شاید کچھ اعتراض بھی کیا۔ اس پر مجھے جوش ہوا اور میں نے مولوی ـــ صاحب سے کہا کہ:

"حضور! سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدالآبدین سے عرض کرو کہ ہم خدام کو حوضِ کوثر کا پانی پہلے پلا دیں"

اور نیت یہ بھی کہ دوسروں پر تا کہ ہماری حقانیت واضح ہو جائے۔ چنانچہ موصوف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حوض کا پٹ کھول دیا اور اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ حوض کے اوپر کوئی پٹ پڑا ہوا تھا جس سے وہ مستور تھی۔ اور حضورؐ نے ہم خدام کو اجازت دی کہ تم پہلے سیراب ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم سب خدام حوض پہ جا پڑے۔ احقر نے تو حوض میں منہ ڈال دیا اور خوب پیا۔ اس پانی کی لطافت و شیرینی عرض نہیں کر سکتا۔ اب تک مزہ آ رہا ہے۔

اس وقت کچھ دوسری جماعت کے لوگ بھی حوض پر آ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب والا کی طرف اشارہ فرما کر (مجھ کو یہی یاد ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حوض کوثر پر کھڑے ہوئے تھے) ارشاد فرمایا کہ :-

"پہلے مولانا اشرف علی صاحب کی جماعت سیراب ہو جائے۔ پھر دوسروں کو ملے گا۔"

اس پر ہم خدام کو بے حد مسرت ہوئی۔ پھر آنکھ کھل گئی تو صبح قریب تھی۔ والسلام۔

میرا دل چاہتا ہے کہ اس عظمت و مقبولیت پر حضرت والا کو بے حد مبارک باد دوں۔ اطال اللہ بقاءکم و متعنا بانفاسکم القدسیۃ آمین

تحقیق: ماشاء اللہ، تبارک اللہ، سبحان اللہ، خواب ہے کہ بشارت لاجواب ہے۔ جس میں صریح دلالت ہے اس جماعت کے محق ہونے پر۔ گو دوسری جماعت بھی۔ بشرطیکہ منکرات سے محفوظ ہوں ماجور ہیں مگر مصیب فی الاجتہاد کا مخطی فی الاجتہاد پر تقسم واضح کردیا گیا۔ مرئی لہم کے ساتھ رائی کو بھی مبارک باد ہو۔

ثَبِّتْنَا اللّٰهُمَّ اَبَدًا اَبَدًا عَلٰى مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى

از صفحہ ۱۰۷۵

حال: البتہ اس علالت میں چند خواب عجیب و غریب دیکھے۔ مولوی بچھرایونی کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام حضرت کو پہونچایا۔ جو پوری طرح یاد نہیں رہا۔ غالباً یہ تھا کہ:-

"میں تمہارے ساتھ ہوں"

حضرت والا کو اس پیغام سے بہت مسرت ہوئی اور مجھے فرمایا کہ:-

...... یہ مولوی ...... بھی بڑی اچھی حالت

میں ہیں۔

احقر نے عرض کیا:۔

"واقعی طریق میں وسیع النظر ہیں"

حضرت نے فرمایا:۔

"اس کے علاوہ اور بات بھی ہے۔ یہ ایسے ہیں جیسے فرشتہ ہو یا جنت کا آدمی"

تحقیق: تشبیہ خاص صفت میں ہے کہ قلب کا غل سے خالی ہونا ہے۔

حال: پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

"میں نے حق تعالیٰ سے استدعا کی تھی کہ میرے احباب کے مثل احوال و مقامات مجھے بھی عطا فرما دیں"

تحقیق: اس میں دو امر پہ دلالت ہے۔

۱۔ ایک اپنے احباب کا بفضلہٖ تعالیٰ احوال و مقامات سے مشرف ہونا۔

۲۔ دوسرا میرا یہ اعتقاد کہ میں اپنے کو ان سب کمالات سے خالی سمجھتا ہوں اور واقعی میں اپنے کو ایسا ہی سمجھتا ہوں اور خدا کرے ہمیشہ یہی اعتقاد رہے کہ تواضع مطلوب کے

آثار سے ہے۔ اب خواہ یہ اعتقاد مطابق واقعہ کے ہو یا نہ ہو۔ ہر حال میں یہ اعتقاد اس لیے نافع ہے کہ اس اعتقاد سے طلب ناشی ہوتی ہے۔ جو کہ مطلوب ہے۔

حال: اس کے بعد ان مقامات کی تفصیل بھی فرمائی جو مجھے یاد نہیں رہی کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک کے جواب میں یہی فرمایا کہ:

"جنت میں سب مل جائیں گے"

تحقیق: اگر وہ اعتقاد مطابق واقع کے ہے تو اس وعدہ میں عطا کا وقت ہے اور اگر مطابق واقع کے نہیں تو اس وعدہ میں ظہور کا وقت ہے۔ اور چونکہ عطا مذکور سے مقصود بھی ظہور مذکور ہی ہے۔ اس لیے دونوں کا حاصل متحد ہے اور طریق کے تعدد یا اختلاف میں عبد کا کیا دخل ہے۔ فافہم فانہ علم عظیم۔

حال: دنیا میں تو یہ ملے گا کہ بے فکری سے رزق لیے جاؤ۔

تحقیق: یہ محتاج تفسیر ہے۔ بے فکری کی حقیقت وہ ہے جس کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس آیت میں "خالصۃ" سے تعبیر فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ

اس خالصہ کی تفسیر میری تفسیر بیان القرآن میں دیکھی جاوے اور اگر دوسرے مفسرین کے اقوال دیکھ کر دیکھا جاوے تو حظ عظیم میسر ہو بس یہ نکرہ کی اس تفسیر سے اس بشارت کا عظیم و جامع ہونا معلوم ہوگا۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء ولو لم اكن اهلا لذٰلك۔

حال: دوسرا خواب آج رات دیکھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رح کی زیارت نصیب ہوئی۔ وہ احقر سے فرما رہے ہیں کہ:۔

"میں مجدد ہوں اور حاجی امداد اللہ صاحب رح کا دل بھی مجھ جیسا تھا۔ بہت سفید اور صاف تھا اور اب مولانا اشرف علی صاحب رح کا دل بھی مجھ جیسا ہے۔ ان کے انوار اور علوم میرے مثل ہیں۔ پھر تم ان کے علوم کو کیوں نہیں لکھتے؟"

اب ارادہ کر رہا ہوں کہ بعد ظہر سے ملفوظات انشاء اللہ ضرور سنا اور لکھا کروں گا۔

تحقیق: مستحسن ہے اور وجہ تشبیہ ان علوم کا حق اور صحیح سنن ہونا ہے۔

حال: ایک خواب اس سے قبل عرض کر چکا تھا ۔ اب لکھ ہی دیتا ہوں تاکہ محفوظ رہے۔

ایک مسجد میں کوئی واعظ وعظ کہہ رہے ہیں۔ اثناء وعظ میں

انہوں نے کہا کہ:۔

"اس وقت اس مجمع میں تین شخص نبی ہیں"

حضرت والا نے فرمایا کہ:۔

"میں صاف کہدوں۔ میں موسیٰ ہوں اور راحقر کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ عیسیٰ ہیں اور مولوی...... صاحب کی طرف اشارہ کرکے تیسرے نبی کا نام لیا جو مجھے یاد نہیں رہا"

تحقیق: ظاہر ہے کہ مقصود تشبیہ ہے شیون خاصہ میں اور ظناً وہ شیون یہ ہیں۔ شان موسوی عشق و محبت حق جو منشا ہوا تھا قول "رب ارنی" کا اور حمیت دینیہ لوں حدت کی ساتھ۔ جیسا حضرت کے واقعات کثیرہ سے ظاہر ہے ولعل وجودہما فی المشبہ غیر خفی شان عیسوی رفق حلم اور نیابت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی۔ بالخصوص تربیت باطن میں، اور جن نبی کا نام نہیں لیا۔ وہ غالباً ہارون علیہ السلام ہیں۔ شان ہارونی نیابت حضرت موسیٰ علیہ السلام بالخصوص تبلیغ علوم نافعہ میں اور دونوں

سے یہ وہی بات ہے جس کو حضرت حکیم الامتؒ نے انتقال سے دو دن پہلے ایک تحریر میں ظاہر فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ یہ تھے ھنیئاً لکم ۱ نموذج اٰیۃ وَجَعَلْنٰھَا وَابْنَھَآ اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یہ تحریر مجھے دیکر پوچھا۔ سمجھ گئے؟ میں نے عرض کیا۔ پہلا لفظ نہیں پڑھا گیا۔ فرمایا ھنیئاً لکم مبارکباد۔ عرض کیا۔ اب سمجھ گیا۔ ۱۲ ظ

اخیر مشبہ اول مشبہ کی اعانت کر رہے ہیں۔ مشبہ ثانی تربیت باطن میں اور
مشبہ ثالث مواعظ کی خدمت میں۔ جو کہ عامہ کے لیے بالخصوص نافع ہیں۔
اور یہی امر قرینہ ہے تیسرے نبی کے نام کی تعیین کا۔ اور اگر یہ مشبہ صرف
حالت وقتیہ کے اعتبار کے ساتھ خاص نہیں تو عجب نہیں کہ مشبہ ثالث
سے یہ خدمت مواعظ کی آئندہ بھی زیادہ ظہور میں آوے۔ چنانچہ میں نے
اس خیال کو تازہ تتمہ تنبیہات میں ظاہر بھی کیا ہے۔ واللہ اعلم

متفرقات

فصلِ اوّل

میں ۱۳۵۹ھ میں تھانہ بھون سے ڈھاکہ چلا گیا تھا تو احکام القرآن کی تالیف میں خلل واقع ہو گیا اور کچھ عرصہ تک اس کی تالیف کا سلسلہ بند رہا۔ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ میں حضرت حکیم الامتؒ نے اس سلسلہ کے بند ہونے پر افسوس ظاہر کیا تو میں نے پھر اس کو شروع کر دیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور ۳۰ ربیع الاول بروز جمعہ اس کام کے شروع ہونے کی خوشی میں خانقاہِ امدادیہ میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں حضرت نے عربی میں حسب ذیل خطبہ دیا:۔

الحمد لله الذی وفق	اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس
لجمع اشارتی ابن اختی	نے میرے اشارہ پر میرے
الذی ھو باذن الله	بھانجے کو جو بحمد اللہ علوم دین
تعالیٰ لعلوم الدین	کا سرچشمہ ہیں اور طالبان خیر
ینبوع وللوراد الخیر	کے پیشوا جو مولوی ظفر احمد

متبوع المشتهر
بالمولوي ظفر احمد
تاليف هذا المجموع
الذي هو التشييد
المذهب الحنفي
الاصول منه والفروع
بالقرآن الحكيم
موضوع كما ان اعلاء
السنن الذي صنفه
قريباً هذا
الغرض مؤلف و
مصنوع وكلاهما
بحمد الله تعالى مع
التحقيق والتدقيق
مقرون ومشفوع
وعند اهل البصيرة
مقبول ومسموع و

کے نام سے مشہور ہیں۔ اس
کتاب کی تالیف کی پھر توفیق
دی جس کا موضوع قرآن حکیم
سے مذہب حنفی کے اصول و
فروع کی تائید ہے جیسا اس
سے پہلے قریب زمانہ میں اسی
غرض کے لیے وہ اعلاء السنن
تصنیف کر چکے ہیں دونوں
کتابیں بحمد اللہ تحقیق و تدقیق
سے لکھی گئی ہیں اور اہل البصیرت
کے نزدیک مقبول و مسموع
پسندیدہ اور مرغوب ہیں اور
اللہ تعالیٰ اس کو تکمیل تک
پہنچاتے اور میرے لیے
اور ان کے لیے آخرت کا
ذخیرہ بناتے جس دن موصول
مقطوع سے اور مرحوم محروم

مرضی ومطبوع کمله الله
تعالی وجعله لی وله ذخرا
الیوم یستانف فیه الموصول
من المقطوع والمرحوم
من الممنوع ببرکة
نبیه الکریم الذی
قدره عال وذکره
مرفوع وانا العبد
المفتقر الی رحمة ربه
اشرف علی غفر له
کل ما جناه من غیر
المشروع۔

سے ممتاز ہو جاتے گا۔
اپنے نبی کریم ﷺ کی برکت سے
جن کا مرتبہ بہت بلند اور ذکر
جمیل مرفوع و بالا ہے۔ میں
ہوں اپنے رب کی رحمت
کا امیدوار اشرف علی
اللہ تعالے اس کے ہر
اس فعل کو معاف فرمائیں،
جو خلاف شرع صادر
ہوتے ہوں۔
- - - - - - - - - - - - -
- - - - - - - - - - - - -

اس کے بعد حضرت نے میرے لیے اور اس کتاب کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالی مجھے اخلاص عطا فرمائیں اور اس کتاب کو کمال تک پہونچا کر قبول تام سے نوازیں۔
ناظرین سے بھی التماس ہے کہ اس کتاب کی تکمیل کے لیے خاص طور

سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی ——— توفیق مزید عطا فرمائیں اور میرے ہاتھوں اس کو پورا فرمائیں۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

فصل دوم

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی طرف کیسے رجوع ہوئے؟ یہ بھی ایک پُر لطف داستان ہے۔

بندہ نے ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ میں ایک رسالہ عربی میں بنام کشف الدجا عن وجہ الربا ایک استفتاء کے جواب میں لکھا تھا جو صدارتِ عالیہ حیدر آباد دکن سے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے پاس آیا تھا۔ نام کو تو وہ استفتاء تھا مگر درحقیقت فتویٰ تھا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ:۔

"ربا (سود) صرف بیع و شراء کی صورت میں ہوتا ہے۔

قرض میں زیادہ لینا دینا سود نہیں"

چونکہ یہ ایک عجیب دعویٰ تھا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا اور اس سے عالم اسلام میں گمراہی پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا کہ:۔

اس کا جواب ضرور دیا جائے اور چونکہ استفتاء عربی

میں ہے۔ جواب بھی عربی میں لکھا جائے"

بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور دو جزو میں جواب مکمل ہوگیا۔ جو مع ترجمہ کے رسالہ "النور" تھانہ بھون میں شائع ہوگیا۔

حضرت نے فرمایا کہ:۔

"اس رسالہ پر علماء ہندوستان کی تصدیقات بھی حاصل کرلی جائیں تاکہ یہ فتنہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

بندہ نے رسالہ "النور" کی بہت سی کاپیاں علماء کے نام ارسال کیں، پھر میں نے عرض کیا کہ

"اس کی ایک کاپی مولانا سید سلیمان ندوی کے نام بھی بھیج دوں کہ وہ بھی آج کل ایک طبقہ میں معتمد علیہ شمار ہوتے ہیں؟"

فرمایا:۔

"کیا حرج ہے۔ ایک کاپی ان کو بھی بھیج دی جائے"

اس رسالہ کے اردو ترجمہ پر حضرت حکیم الامت کا نام تھا۔ اس لیے مولانا سید سلیمان ندوی اس کو حضرت ہی کی تالیف سمجھے اور ایک خط حضرت کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا تھا کہ:۔

"میں عرصہ سے اپنی اصلاحِ باطن کے لیے جناب والا کی طرف رجوع کرنا چاہتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی تھی کہ رسالہ

کشف الدہا عن وجہ الربا حضرت کی طرف سے میرے نام پہونچا۔ اس نے میرے لیے مکاتبت کی راہ کھول دی۔

اپنے باطنی حالات تو بعد میں عرض کروں گا۔ اس وقت اس رسالہ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی عربیت بہت اعلیٰ درجہ کی ہے جیسی علماء سلف کی عربی ہوتی ہے اور اس میں طریقِ استدلال بھی بالکل مجتہدانہ ہے۔ میں اس سے حرف بحرف متفق ہوں۔ اب ارشاد فرمایا جائے کہ اس پر تقریظ اردو میں لکھوں یا عربی میں؟"

حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :۔

" یہ رسالہ مولوی ظفر احمد کا لکھا ہوا ہے۔ میری اس پر تصدیق ہے۔ مولوی ظفر احمد کی عربیت کا میں پہلے سے معتقد ہوں مگر مجھے خود عربی نہیں آتی۔ اس لیے میرا اعتقاد ذوقی نہ تھا۔ اب ایک ماہرِ عربیت نے تصدیق کر دی ہے، تو واقعی قابلِ اعتبار ہے۔

تقریظ کے بارے میں اختیار ہے جو صورت آسان ہو، اختیار فرمائیں۔"

اس کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی ؒ نے اس رسالہ پر بہت مفصل

مدلل تقریظ عربی میں لکھی جو "اعلاء السنن جلد چہاردہم" میں چھپ گئی ہے۔

پھر مولانا سید سلیمان صاحبؒ نے تربیت باطن کے لیے حضرت حکیم الامتؒ کی طرف رجوع کیا اور سلسلہ مکاتبت جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

پھر جب حضرت حکیم الامتؒ علیل ہو گئے اور علاج کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے تو مولانا سید سلیمانؒ حضرت سے ملنے تھانہ بھون تشریف لائے۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں سامان رکھا اور حوض پر وضو کر کے نماز پڑھنے لگے۔ میں اپنی جگہ بیٹھا ہوا تالیف اعلاء السنن میں مشغول تھا۔ اس لیے پہچان نہ سکا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ نماز سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے تو میں نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ طرفین سے سلام و مصافحہ ہوا تو میں نے نام دریافت کیا۔ فرمایا:

"میرا نام سلیمان ہے"

میں نے کہا:

"ذرا اور وضاحت کیجیے"

فرمایا:

"سلیمان ندوی"۔

اب میں نے بڑی فرحت و مسرت کے ساتھ معانقہ کیا اور کہا:

"میرا دل تو کہہ رہا تھا کہ آپ سید سلیمان ندوی ہیں، مگر جان پہچان نہ ہونے کے سبب یقین نہ تھا۔ الحمد للہ میرا خیال صحیح نکلا۔"

پھر میں نے آپ کا سامان اپنے گھر پہونچوا دیا اور وہیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور بتلا دیا کہ:۔

"حضرت حکیم الامتؒ تو اس وقت آپ ہی کے قریب لکھنؤ میں شفاء الملک کے زیرِ علاج ہیں۔"

فرمایا:۔

"میں اس وقت بھوپال سے آ رہا ہوں۔ اس لیے لکھنؤ جانا نہیں ہوا۔"

پھر کانگریس اور مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق باتیں ہوئیں اور مولانا رات ہی کو تشریف لے گئے۔

پھر حضرت حکیم الامت کی وفات سے چند دن پہلے تھانہ بھون تشریف لائے اور ایک دن ٹھہر کر واپس ہو گئے۔ اسی نوبت میں حضرت حکیم الامت نے اپنی کتاب "البوادر والنوادر" ان کے پاس بھیجی کہ اس کتاب پر کام کریں۔ وہ اس کا مطلب نہ سمجھے تو میں نے کہا:۔

"حضرت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مشکل مضامین

کو اپنی عبارت میں آسان کر کے بیان کریں :
پھر مولانا سے حضرت حکیم الامت کے انتقال کے بعد ضلع سورت میں ملاقات ہوئی - پھر وہ بھوپال سے قطع تعلق کر کے پاکستان تشریف لے آئے - یہاں کے حالات کی تفصیل مع دیگر سوانح حیات کے تیرت سلیمانؒ میں طبع ہو گئی ہے - یغفر اللہ لنا ولہ و رفع درجاتہ فی اعلیٰ علیین -

فصل سوم

فہرست مجازین

اس میں ان حضرات کے نام ہیں جن کو بندہ نے اجازت وخلافت دی ہے :-

۱ــــ مولانا شمس الحق فرید پوری صدر جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ
اسی ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ میں ان کا اپنے وطن میں انتقال ہوگیا
۲ــــ مولوی حبیب اللہ صاحب میمن سنگھ جو آج کل سراج گنج کے سرکاری اسکول میں تعلیم دیتے ہیں۔
۳ــــ صوفی صدیق الرحمٰن مدرس جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ۔

۴ــــ مولوی احمد حسین صاحب سلہٹی

۵ــــ مولوی نذیر حسین صاحب "

۶ــــ مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی جیکب لائن کراچی۔

۷ــــ منشی علی محمد صاحب اسلام پورہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور
یہ میرے پہلے مجاز ہیں۔

۸ــــ مولوی حافظ عباس علی صاحب معرفت قمر الزماں سیکنڈ اسسٹنٹ ٹیچر نعمت ایم ایف پی سکول پوسٹ نندی گرام ضلع بوگرہ (برائے عوام۔)

۹ــــ مولوی عبد الشکور صاحب ترمذی مہتمم مدرسہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودہا مغربی پنجاب

۱۰ــــ مولوی طیب اللہ صاحب مہتمم مدرسہ حافظیہ ضلع ڈھاکہ (برائے عوام)

۱۱ــــ مولوی محمود داؤد ہاشم مفتی بہ مانڈستی سورتی جامع مسجد رنگون
ف: یہ حضرت حکیم الامت کے مجاز صحبت تھے۔ میں نے مجاز بیعت بھی کر دیا ہے۔

۱۲ــــــ مولانا محمد شفیع صاحب مضافات ڈھاکہ

۱۳ ــــــــ مولانا محمد عبدالرزاق ظفری گلاتی شیخ الحدیث
مدرسہ دارالعلوم شاہ آباد ضلع جیسور (مشرقی پاکستان)

تنبیہ: بعض حضرات کے پتے مکمل محفوظ نہیں رہے۔ اس لیے ناقص ہی لکھ دیے گئے۔ پھر کسی وقت مکمل پتے دے دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے فیوض کو عام و تام فرمائیں اور مجھے بھی اس کا اجر عطا فرمائیں۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

تمت بالخیر

ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

مجلس صیانۃ المسلمین

کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ارشاد گرامی

مجلس صیانۃ المسلمین جس کے بانی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہیں اور جس کی نشاۃ ثانیہ آپ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ جلیل احمد صاحب قدس سرہ کے ہاتھوں پاکستان میں ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں۔

ایک بار اس کا تذکرہ تھا کہ وہ کون سے اسباب ہیں کہ جن کو اختیار کرنے سے مسلمان موجودہ پستی اور تنزل سے نجات حاصل کر کے ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ ایسی تدابیر موجود ہیں اور ان کو ضبط کر کے افادہ عام کے لیے شائع بھی کر دیا گیا ہے چنانچہ ابھی کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے مسلمانوں کی موجودہ تباہی اور بربادی سے بے چین ہو کر دو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام نظام صیانۃ المسلمین اور دوسری کتاب کا نام حیات المسلمین ہے۔ ان دو کتابوں کے اندر میں نے ان مصائب کا جو اس وقت مسلمانوں پر آ رہے ہیں پورا پورا علاج درج کر دیا ہے۔ تو مسلمان پہلے ان ہی دو کتابوں پر پورا پورا عمل کر کے دیکھیں کہ ان کو کتنا نفع ہوتا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ لوگ عمل تو کرتے نہیں بس شکایت کرتے ہیں کہ علماء ہماری طرف توجہ نہیں کرتے۔ (ملفوظات ص ۲۸۵/۶۷)